قرآن کریم اور سنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۶ شمارہ: ۴
ربیع الثانی: ۱۴۴۴ھ - نومبر: ۲۰۲۲ء
قیمت فی شمارہ: ۵۰ روپے، زرِ سالانہ: ۶۰۰ روپے

مُدیر / مُدیر مسئول
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

نائب مُدیر
مولانا سیّد احمد یوسف بنوری

مُدیر معاون
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

خط وکتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ’’بینات‘‘ جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ’’بینات‘‘: 021-34927233

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 7-397-0101900 برانچ کوڈ: 00816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

یورپی اور امریکی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر
عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

وضاحت

ماہنامہ ’’بینات‘‘ میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147
فیکس: 92-21-34919531 +
Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

حق و باطل کی آویزش میں		
ختمِ نبوت اُمت کی آخری پناہ گاہ	۳	مولانا سید احمد یوسف بنوری

مقالات و مضامین

مکاتیب حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ بنام حضرت بنوریؒ	۲۱	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
حصولِ علم کے لیے مطلوب صفات	۲۵	خطاب: مفتی رضاء الحق
حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ اور ان کا جذبۂ خیر خواہی	۳۳	مولوی عابد شہزاد
بچوں کا ''نام'' رکھنے کے احکام و آداب	۴۱	مولوی حمزہ ظفر
نسخۂ کیمیا: اُسوۂ اعترافِ خطا و قصور	۴۸	جناب محمد شعیب احمد
کرپٹو کرنسی، این ایف ٹی اور بلاک چین		
تعارف، مغالطے، شرعی نقطۂ نظر اور ہماری ذمہ داری (قسط:۲)	۵۲	جناب ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

دار الافتاء

جنس تبدیل کرنے کی شرعی حیثیت!	۶۱	ادارہ

نقد و نظر

اسلامی اقتصاد کے چند مخفی گوشے ... تمرین المیراث	۶۳	ادارہ

بصائر و عبر

حق و باطل کی آویزش میں

ختمِ نبوت اُمت کی آخری پناہ گاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

> ’’۵؍ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق ۲؍اکتوبر ۲۰۲۲ء کو گلستانِ انیس، شہید ملت روڈ کراچی میں تحفظِ ختم نبوت سیمینار منعقد ہوا، جس میں نائب رئیس جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن حضرت مولانا احمد یوسف بنوری مدظلہٗ نے خطاب فرمایا، آپ کا خطاب افادۂ عام کی خاطر تحریری صورت میں ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔‘‘ **(ادارہ بینات)**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيّدالمرسلين وخاتم النبيين وعلٰى آلهٖ وصحبهٖ أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلٰى يوم الدين، أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم: ’’**وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ۔**‘‘ (الانعام:۱۱۲)’’وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله عزّوجلّ لم يبعث نبيًا إلا حذر أمتهٗ الدجال وأنا آخر

الأنبياء وأنتم آخر الأمم وهو خارج فيكم لامحالة.''

(سنن ابن ماجہ، باب فتنة الدجال، ابواب الفتن، رقم الحدیث: ۴۰۷۷، ص: ۲۹۲، مطبع: نور محمد، کراچی)

اللّٰهم صل صلاةً كاملةً وسلم سلامًا تامًا علىٰ سيّدنا محمد صلاةً تنحل به العقد وتنفرج به الكرب وتقضىٰ به الحوائج وتنال به الرغائب وحسن الخواتيم و يستسقى الغمام بوجهه الكريم وعلىٰ آله وصحبه في كل لمحة ونفس بعدد معلوماتك.

محترم ومکرم حاضرین گرامی، محترم مائیں، بہنیں اور اس مجلس میں تشریف فرما علمائے کرام ومشائخ عظام! اس بابرکت مہینے میں- جو اپنے نام کے لحاظ سے بہار کا مہینہ ہے- اس چمن میں بہار آئی ہے، اور ہم آپ ﷺ کے مبارک ذکر، ان کی ختم نبوت اور ان کی ناموس وعصمت کے تحفظ کے عنوان سے جمع ہیں، کہیں اور جمع ہوتے یا کہیں اور مل بیٹھنے کا موقع ملتا تو کہنے کا بھی حساب دینا پڑتا اور جمع ہونے کا بھی حساب دینا پڑتا۔ یہاں جمع ہیں تو اُمید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اس کو ذخیرۂ آخرت بنائے گا۔ بہت مبارک اور بہت محترم ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس محنت کو گلی گلی، کوچے کوچے، نگر نگر میں زندہ کیا ہوا ہے۔ یہ عشقِ نبی کی شمع ہے جو رات میں بھی جلتی ہے اور دن میں بھی روشنی دیتی ہے، یہ چراغ ہیں جو صدیوں سے جل رہے ہیں اور آج اس کا ہم نمونہ دیکھ رہے ہیں۔ بالکل صحیح ہے کہ میرے لیے خود شرف ہے کہ میں اس کا میزبان بنوں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ محنت ان بزرگوں اور ان اکابرین کی ہے جنہوں نے سر پر کفن باندھنا پڑا تو سر پر کفن باندھا، مسندِ حدیث چھوڑنا پڑی تو مسندِ حدیث سے کچھ دیر کے لیے توقُّف اختیار کیا، قلم وقرطاس کا میدان سجانا پڑا تو صاحبِ قلم وقرطاس ہوئے، شہادت کا عروسی جامہ پہننا پڑا تو جامہ پہنا، تب جاکر یہ سلسلے اور یہ محفلیں آباد ہوئیں۔

معرکۂ ایمان ومادیت

عزیزانِ گرامی! واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں معرکے بہت سے برپا ہیں اور مختلف عنوانوں سے انسان باہم آویزش کا شکار ہیں، آمیزشیں بھی جاری ہیں، مختلف عنوانوں سے جھگڑوں اور خطرناک صورت حالوں کا انسانوں کو سامنا ہے، لیکن بنانے والے نے بتایا ہے کہ اس کائنات میں اصل معرکہ اور اصل مقابلہ ایک ہی ہورہا ہے، باقی جتنی چیزیں ہیں وہ ضمنی، عارضی اور وقتی ہیں، یہ ایسا معرکہ ہے جو صدیوں بلکہ قرنوں سے چلا آرہا ہے اور اس معرکے کا آغاز ہمارے اور ہمارے آباء واجداد کی موجودگی میں نہیں، بلکہ اس سے کہیں پہلے کُل انسانیت کی پیدائش سے پہلے شروع ہوگیا تھا، اور یہ وہ معرکہ ہے جس میں براہِ راست اللہ تبارک وتعالیٰ مدعی بن کر کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میں اس کائنات میں ایک جیتی جاگتی سمجھدار مخلوق کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیجنے والا ہوں:

’’وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِيْ الْأَرْضِ خَلِيْفَةً‘‘ (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: ’’اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب۔‘‘ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

جب آسمان وزمین پتا نہیں کس حالت میں تھے، زمین اپنے کس مرحلۂ تخلیق سے گزر رہی تھی، ابھی پانی اور سمندر اپنی کس ترتیب اور روانی وطغیانی سے گزر رہے تھے، ہم اس کے بارہ میں پیغمبر (ﷺ) کی دی ہوئی تعلیمات کے باوجود اس کا احاطہ نہیں کر سکتے، اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے قدسی صفات فرشتوں کی مجلس میں فیصلہ کر دیا کہ اب اس دنیا میں‘ میں جیتی جاگتی مخلوق پیدا کر رہا ہوں اور وہ میرا خلیفہ ونمائندہ ہوگا، ہم اسے اختیار دیں گے، اس کی سب سے بڑی آزمائش یہ ہوگی کہ وہ اپنے ارادے اور اختیار کے باوجود میری بندگی اختیار کرے گا۔ تفصیلات معلوم ہیں، میں جس طرف اشارہ کر رہا ہوں، ان واقعات سے آپ میں سے ہر ایک واقف ہے، اس موقع پر جنات میں سے ایک فرد، قرآن نے جس کا نام بتایا ہے: ابلیس:

’’كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ‘‘ (الکہف:۵۰)

ترجمہ: ’’وہ جنات میں سے تھا، سو اس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا۔‘‘ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

وہ باری تعالیٰ کے مقابلے میں کھڑا ہو گیا اور اس نے باری تعالیٰ کی بات ماننے سے انکار کر دیا، نہ صرف بات ماننے سے انکار کر دیا، بلکہ کہا کہ اب جس مشن کے لیے آپ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجیں گے اور اس کی نسل سے جو معاملہ شروع ہوگا، میں مقابلے میں کھڑا ہو جاؤں گا اور میں اس مشن کو کامیاب ہونے نہیں دوں گا۔ میں اس کائنات میں بندوں کو اپنے اختیار سے آپ کی حکومت، آپ کی عبادت اور آپ کا نظام قائم کرنے نہیں دوں گا۔

انسانی آزمائش اور دو سلسلے: تسویلِ شیطانی اور وحیِ ربانی

باری تعالیٰ جو خلاقِ عالم، خالقِ شش جہات، ساری کائنات سے بالا ہے، اس نے یہ ادعاء قبول فرما لیا اور کہا:

’’وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ۔‘‘ (الاسراء:۶۴)

ترجمہ: ’’اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ وپکار سے اس کا قدم اُکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لانا اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا اور ان سے وعدہ کرنا۔‘‘ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

حاصل یہ کہ جو کرنا ہے کرو، جو چیز تمہارے بس میں ہے، اختیار کرنے کی ہے‘ کرو، میں باری

تعالیٰ اور خالقِ کائنات ہونے کے باوجود تمہیں مہلت دیتا ہوں ''إلی یوم الدین'' تا روزِ محشر۔ میں اس کے مقابلے میں ایک سلسلۂ ہدایت قائم کروں گا، میں اس کے مقابلے میں ایسے لوگوں کا انہی انسانوں میں سے انتخاب کروں گا جنہیں خود اپنے شرفِ کلام سے مشرف کروں گا، ان پر میری وحی آیا کرے گی، ان پر میرا کلام نازل ہوا کرے گا اور وہ انسانوں کو سیدھا رستہ بتائیں گے:

''فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔'' (البقرۃ:۳۸،۳۹)

ترجمہ: ''پھر آوے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت، سو جو شخص پیروی کرے گا میری اس ہدایت کی تو نہ کچھ اندیشہ ہوگا ان پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے۔ اور جو لوگ کفر کریں گے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی، یہ لوگ ہوں گے دوزخ والے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجنے کے بعد یہ بتادیا کہ اپنی نسل کو یہ پیغام دینا کہ دو آوازیں لگیں گی، دو جگہوں سے پکارا جائے گا، دو سلسلے تمہارے سامنے آئیں گے، ایک وہ لوگ ہوں گے جن کا ہم انتخاب کریں گے:

''إِنَّ اللهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ إِبْرَاهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ'' (آل عمران:۳۳)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے (نبوت کے لیے) منتخب فرمایا ہے (حضرت) آدم کو اور (حضرت) نوح کو اور (حضرت) ابراہیم کی اولاد (میں سے بعضوں) کو اور عمران کی اولاد (میں سے بعضوں) کو تمام جہان پر۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

جنہیں ہم چنیں گے، جن کے اوپر عصمت کی چادر ہم تانیں گے، جن کی پیدائش سے لے کر آخری عمر تک تمام جزئیات ہم طے کردیں گے، وہ عام انسانوں کی طرح زمین پر چلتے پھرتے نظر آئیں گے، مگر ہوں گے ہمارے نمائندے، زبان سے ان کی بات نکلے گی، لیکن وہ ہماری بات ہوگی:

''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔'' (النجم:۳،۴)

ترجمہ: ''اور نہ آپ اپنی خواہشِ نفسانی سے باتیں بناتے ہیں، ان کا ارشاد نری وحی ہے جو اُن پر بھیجی جاتی ہے۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

ان کی بات وحی کہلائے گی، بولیں گے وہ، فیصلہ ہمارا ہوگا۔ وہ اشارہ کریں گے، چاند دو ٹکڑے ہو جائے گا، ان کے فیصلوں سے اُمتوں کی تاسیس ہوگی، ان کی بنائی ہوئی اُمت حزب اللہ بن جائے گی اور ان کے مقابلے پر آنے والی اُمت حزب الشیطان کہلائے گی۔

عزیزانِ گرامی! یہ سلسلہ، یہ معرکہ اور یہ آواز ہے جو اصلاً اس دنیا کے ہر انسان کو درپیش ہے۔ یہ

جنگ ہے جس میں ہم ڈال دیئے گئے ہیں، یہ زاویہ ہے کہ جس زاویے سے دیکھیں تو کائنات کی تفہیم بہتر ہو جاتی ہے اور ہمیں سمجھ آنے لگتا ہے کہ اس کائنات میں اصل میں کن طاقتوں کی آمیزش اور آویزش چل رہی ہے، یہاں کیا معرکے ہیں اور ہم کس رخ کی طرف چل رہے ہیں۔

تا قیامت اللہ کی دعوت اور اس کا پیغام

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بو لہبی

عزیزانِ گرامی! ہم سب واقف ہیں کہ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا'' یعنی ''ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنائے ہیں (انسانوں میں سے بھی اور جنات میں سے بھی)۔'' اور اس کے لیے لفظ ہے: ''يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ''، ''وہ ایک دوسرے کو بھی وحی کرتے ہیں۔'' وحی کا لفظ ہے، یعنی وہ بھی ان کو الہام کرتے ہیں، دنیا کی خوبصورت باتیں، خوبصورت نعرے، خوبصورت نشوونما، تاکہ جو پیغمبر کا سلسلہ ہے، تاکہ اس سے رشتہ کاٹ دیا جائے، اس تعلق میں دراڑ آجائے، یہ پیغمبروں کی بات قابلِ فہم نہ رہے، اس میں شکوک وشبہات کے پردے آجائیں، انسانوں کے لیے حقیقی وحی، حقیقی نبوت اور اللہ کا حقیقی پیغام سمجھنا مشکل سے مشکل تر بنا دیا جائے، ان کے لیے جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ انتخاب واصطفا کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے انسانوں میں ہر دور میں ایسے لوگ رہے ہیں جو شیطان کے اس اغوا اور اس چال کا شکار ہو جاتے ہیں، وہ اس کی بنائی ہوئی اُمت کے مقابلے میں ایک اپنی بنائی ہوئی اُمت کو کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ پیغمبروں کے بعد ہر زمانے میں یہی صورتِ حال ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے صحابی تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے جنت کا انتخاب کیا تھا، مگر اس پوری اُمت کو بگاڑ کر یہودیت کی شکل بن گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے قرآن کریم میں ''انصار اللہ'' کہلاتے ہیں، نصرتِ دین کے لیے وہ کھڑے ہوئے اور کہا: ''نَحْنُ أَنْصَارُ اللهِ'' (الصف:۱۴) یعنی ''ہم اللہ کے (دین) کے مددگار ہیں۔'' مگر اس کے بعد شیطان کے اغوا کا شکار ہوئے اور مسیحیت کے روپ میں آج دو ارب انسان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مان کر بھی ان کو ماننے والے نہیں رہے، وہ بات کر رہے ہیں کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مان رہے ہیں، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یاد مناتے ہیں، ان کے لیے گرجے بناتے ہیں، ان کی عبادت کرتے ہیں، ان کا تذکرہ کرتے ہیں، مگر قرآن کا فیصلہ ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے نہیں ہیں۔ انہوں نے نئی اُمت کھڑی کر دی ہے، اس پیغام میں اور اس دعوت کے اندر رکاوٹ بنا دی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کے بعد یہ اُمت تھی، جسے اسی ختمِ نبوت کی نعمت وبرکت کی وجہ سے تا قیامت اللہ کی دعوت اور اس کا پیغام دنیا تک پہنچانا تھا۔

عقیدۂ ختمِ نبوت

عزیزانِ گرامی! قادیانیت نے یہ فریب دیا کہ نبوت ایک خدائی نعمت ہے، جسے جاری رہنا چاہیے، مگر انہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ بارش نعمت ہے، رحمت ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ بارش زحمت کیسے بن جاتی ہے! ہم جانتے ہیں کہ دھوپ اللہ کی نعمت ہے، جب وہ ایک خاص موقع میں ایک خاص مناسبت سے اپنی جلوہ سامانیاں دکھائے، یہی دھوپ اپنی حدود سے بڑھ جائے اور بے وقت ہوجائے تو یہ دھوپ زحمت بن جاتی ہے، یہی روشنی انسانوں کو راہ دکھانے کا باعث بنتی ہے، جب وہ ایک خاص زاویے سے بڑھے اور راستہ دکھائے اور اگر یہ روشنی آپ کی آنکھوں کا رخ کرلے تو آنکھیں چندھیا جاتی ہیں، جو صلاحیت موجود بھی ہے وہی نکل جاتی ہے۔ نبوت، پیغمبریت اور اللہ تعالیٰ کا شرفِ کلام، اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی رحمت تب تھے جب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے تھے، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے تھے، ورنہ اس کا ختم اور مکمل ہوجانا اُمت کے لیے غیر معمولی رحمت ہے۔ یہ غیر معمولی فضل کا سامان تھا کہ جو بات اللہ تعالیٰ کو بندوں سے کہنا تھی، وہ مکمل کردی گئی:

’’اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا‘‘ (المائدہ:۳)

ترجمہ: ’’آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کردیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کرلیا۔‘‘ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یعنی سلسلۂ نبوت مکمل کردیا گیا۔

اداءِ امانت

اس کے بعد اس امت کا موقع تھا، اس امت نے آپ ﷺ کے لائے ہوئے قرآن کو دنیا میں اس طرح پہنچایا کہ دنیا میں کوئی چیز اس پائے کے استناد کے ساتھ پہنچنا ممکن نہیں ہے، جسے ہم علمی اصطلاح میں تواتر اور اجماع کہتے ہیں، وہ اس لحاظ سے کامل طریقے سے پہنچا کہ کوئی یہ کہنے کی جرأت تو کرسکتا ہے یا یہ کہنے کا یارا تو رکھ سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا -نعوذ باللہ- ذاتی کلام ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا فرستادہ نہیں، یہ تو ایک آدمی گفتگو کرسکتا ہے، سوال کرسکتا ہے، ہم جواب دیں گے کہ نہیں! یہ آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے، آپ کا خود تراشیدہ نہیں ہے، مگر علم کی دنیا میں یہ بات کہنا ممکن ہی نہیں رہتا کہ جو قرآن مسلمان پڑھتے ہیں، جو قرآن اُن کے ہاتھوں میں ہے، یہ محمد رسول اللہ ﷺ نے نہیں دیا۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے، اگر اس کا کوئی انکار کرتا ہے تو پھر انسانوں کے جملہ علوم کا انکار کرنا پڑے گا، کیونکہ پھر انسانوں کے پاس نقلِ علم کا کوئی ذریعہ نہیں رہ سکتا۔

حصولِ علم کے ذرائع

اس وقت ہمیں کم از کم سمجھانے کا موقع میسر ہے اور ہمیں قدرے تفصیل سے بات کرنے کا موقع مل رہا ہے، مگر میں پھر بھی اس کی فلسفیانہ جہت کی طرف نہیں جاؤں گا۔ انسانی علم جو نقل ہو کر آتا ہے، ایک تو وہ ہے جسے آپ دیکھتے ہیں، آپ نے دیکھا کہ ہمارے سامنے ایک آدمی آرہا ہے، جا رہا ہے، یہ علم ہے جو ہم مشاہدے سے حاصل کرتے ہیں، مگر آپ اپنے علم کا جائزہ لیں کہ کیا ہم تمام چیزوں کو مشاہدے کی بنیاد پر مانتے ہیں؟! ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے، اس مشاہدہ کے علاوہ ہمارے علم کا ایک بہت بڑا ذریعہ خبر پر مبنی ہوتا ہے، ہم دوسرے کے بتائے ہوئے علم کو خود بھی سمجھتے ہیں، آگے منتقل بھی کرتے ہیں۔ انسانوں کی دوسری مخلوقات میں امتیاز کی ایک خاص وجہ خبر کا علم ہے۔ ہم جانتے ہیں نا کہ پاکستان کس نے بنایا؟ پاکستان بنانے میں شریک کون کون تھے؟ تحریک پاکستان کے رہنما کون کون تھے؟ اس سے پہلے دہلی میں حکومت کس کی تھی، دنیا میں حکومتیں کس کی تھیں؟ ہم جانتے ہیں کہ تاج محل بنانے والا شاہ جہاں تھا، اس نے کس خاص غرض سے بنایا؟ لاہور کی بادشاہی مسجد کس نے بنائی تھی؟ یہ تمام علم خبر کا ہے، یہ ہم تک خبر پہنچی ہے۔ یہ تمام چیزیں ہمارے مشاہدے میں نہیں آئیں، ہم تو اس وقت نہیں تھے، مگر ان چیزوں کو مانتے ہیں، یہ وہ علم ہے جس کی بنیاد خبر ہے۔ یہ خبر کا علم جس مضبوط ترین ذریعہ سے نقل ہوتا ہے وہ تواتر اور اجماع ہے، قرآن کریم بھی اسی تواتر اور اجماع سے نقل ہوا ہے اور یہ ذریعہ حتمی اور آخری طریقہ کار ہے، چنانچہ اس کا انکار ممکن ہی نہیں رہا کہ کوئی آدمی یہ کہہ سکے کہ یہ قرآن کریم وہ نہیں ہے۔

سنت کی حفاظت وقطعیت ختمِ نبوت کی برکت

پورے اعتماد کے ساتھ نہ صرف یہ قرآن بلکہ آپ ﷺ کے دین کی بعض وہ روایات جسے سنت کہتے ہیں، اس کا بڑا حصہ بھی مکمل اسی اعتماد کے ساتھ تواتر تک پہنچ گیا۔ ہر ایک کو معلوم ہے، ہم پورے یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ فجر کی رکعتیں کتنی ہیں؟ دو! ظہر کی؟ چار! عصر کی؟ چار! مغرب کی؟ تین! عشاء کی؟ چار۔ قرآن کریم میں ان کی تعداد موجود نہیں ہے، مگر اُمت نے دین پہنچانے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے اتنا کمال کیا کہ پورا سنت کا دین بھی کامل طریقے سے ہم تک پہنچایا۔ قرآن کریم کے علاوہ دیگر سنت کا دین ہے، دونوں کا ذریعہ ایک ہی ہے، یعنی پوری اُمت کا اتفاق اور تواتر۔ یہ پورا دین ختمِ نبوت کی برکت سے پہنچا، پھر آپ ﷺ کی زبانی روایات پہنچانے کا ایک پورا دور شروع ہوا اور اس پورے دور میں محدثین کرام نے آپ ﷺ کی سوانح کہ آپ ﷺ نے کس موقع پر کیا ارشاد فرمایا، علم وعقل کے تمام معیارات کی روشنی میں اس کو جتنا ممکن ہو سکا ظنِ غالب اور یقین کے درجے تک پہنچا دیا، جسے ہم حدیث کی صورت میں علم

کہتے ہیں۔ یہ تمام کام ختمِ نبوت کی برکت سے ہوا۔

ختمِ نبوت امت کی وحدت کا ذریعہ

عزیزانِ گرامی! یہ سلسلہ کیوں قائم ہوا؟ اس لیے کہ اس کائنات میں جو اصل معرکہ درپیش ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بات ہر فرد تک پہنچے، تاکہ قیامت کے دن جب اللہ تبارک وتعالیٰ سوال کرے کہ اس نے اپنی بات کیا کہی تھی؟ اپنے بندوں سے کیا چاہا تھا؟ تو بندے یہ نہ کہیں کہ ہمارے پاس ذریعہ نہیں تھا، ہم تو بعد میں پیدا ہوئے تھے، ہم نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آنکھ نہیں کھولی تھی، ہمیں نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بات کہی؟ مگر ختم نبوت کی برکت سے پوری اُمت اتفاق واتحاد واجماع کے ساتھ یہ پورا دین آگے تک منتقل کررہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ۔‘‘ (الحجر:۴۲)

ترجمہ: ’’واقعی میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا، ہاں! مگر جو گمراہ لوگوں میں تیری راہ پر چلنے لگے (تو چلے)۔‘‘ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی معرکے کے شروع میں فرمادیا تھا کہ بعض بندے ایسے ہوں گے جن پر تمہارا زور نہیں چلے گا، تمہاری اہلیت اور تمہاری شیطانی طاقت کا یہ زور ان کے اوپر نہیں چل سکے گا۔ اس کا مصداق بن کر اُمت یہ دین آگے تک پہنچاتی رہی۔

دجالوں کا دجل اور تلبیسِ ابلیس

عزیزانِ گرامی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمادیا تھا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا اور میں بھی تمہیں دجال سے ڈرارہا ہوں۔ دجال، دجل سے ہے۔ یہ ایک شخصیت ہوگی، یہ فرد ہوگا جو اپنی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ آخری زمانے کے اندر آئے گا، لیکن اس کے پیچھے ایک پورا نظام کارفرما ہوگا، اس کے پیچھے دجل وتلبیس کی ایک پوری دوڑ کارفرما ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خبردار فرمایا تھا کہ اس دجل کے مختلف نمائندے ہوں گے، ان میں سے خطرناک ترین نمائندہ وہ ہوگا جو براہِ راست میری نبوت پر حملہ آور ہوجائے گا، وہ نبوت جو انسانوں کو بچانے کے لیے سب سے محفوظ طریقہ ہے، وہ ابلیس کا سب سے بڑا نمائندہ اس نبوت کے خلاف کھڑا ہوجائے گا اور انسانوں کا رشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی نبوت سے کاٹنے کی کوشش کرے گا، اور ایک روایت ابوداؤد میں ہے جسے آپ نے سماعت کررکھا ہوگا کہ تیس سے زیادہ ایسے دجال وکذاب آئیں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر حملہ آور ہوں گے۔

معرکۂ حق وباطل اور کرنے کا کام

عزیزانِ گرامی! ہم چھوٹے لوگ ہیں، مگر ان اکابر کی رہنمائی کی روشنی میں اگر ان پورے

حالات کا جائزہ لیں تو ہمارے سامنے اس وقت معرکے کے خدوخال نمایاں ہو گئے ہیں۔ ہمیں سمجھ میں آرہا ہے کہ اس وقت صورت حال کیا درپیش ہے؟! ابلیس کی طاقتیں کن نمائندوں کو لے کر کیا صورت حال اختیار کر رہی ہیں؟ ان کی زد کہاں پڑ رہی ہے؟ کون سے فتنے ہیں جو اس وقت متوجہ ہیں؟ اور ان کے بچانے کے لیے کون سی آواز ہے جو لگائی جاتی ہے؟ کون سی جگہ ہے جہاں اُمت کو پناہ مل جائے؟ یقین مانیے عزیزانِ گرامی! یہ معرکہ اور اس کے فیصلے ہو چکے، اس معرکے کی پشت پر خود اللہ تبارک وتعالیٰ کھڑا ہے، اس معرکے کی پشت پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طاقتیں کھڑی ہیں، وہ اپنے تمام فیصلے فرما چکا ہے، انسانوں اور ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم سمجھیں کہ اس معرکے میں ہمیں کیا کردار ادا کرنا ہے؟

آسمانی مذاہب سے بےزاری کی تحریکیں

آپ تاریخی لحاظ سے دور دیکھ رہے ہیں، پیغمبروں کا یہ دور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا اور آپ کا دین مکمل ہوا تو اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں سولھویں صدی کے اندر یورپ میں رینی سانس (Renaissance) [نشاۃِ ثانیہ] کی تحریک کا آغاز ہوا اور اس تحریک کے آغاز میں پورے اہتمام سے کوشش کی گئی کہ انسانوں کا تعلق وحیِ الٰہی سے کاٹ دیا جائے۔ یہ احساس پیدا کیا جائے کہ وحیِ الٰہی سے حاصل ہونے والا علم نہ صرف کافی نہیں ہے، بلکہ انسانوں کی ترقی میں یہ رکاوٹ ہے۔ رینی سانس کے عہد کے بعد عیسائیت کے اندر پروٹسٹنٹ (Protestant) فرقے کا ظہور ہوا اور عیسائیت کے اندر کلیسا کو اپنے تمام جبر وستم کے بعد حکومت سے دیس نکالا دے دیا گیا اور ریاست وحکومت کے ساتھ اس کا تعلق ختم کر دیا گیا۔ دنیا میں سیکولر اسٹیٹ کے قیام کی صورتیں ہوئیں اور دنیا کو بتایا گیا کہ مذہب کا تعلق ریاست سے نہیں ہے، مذہب کا تعلق جب بھی ریاست کے ساتھ قائم ہوگا تو یہ دنیا میں مسائل کا باعث بنے گا۔

اس کے بعد اس کے نمائندے باہر نکلے اور ۱۸۵۷ء کے زمانے میں اور ۱۹۲۳ء تک پورے عالم اسلام کے اندر مسلمانوں کی کوئی حکومت باقی نہیں رہی، مسلمانوں کی ریاست نام کی کوئی چیز نہیں رہی، یہاں مشرق سے لے کر پورا ہندوستان، پورا عرب، یہ تمام علاقے جو تھے بندر بانٹ کے نتیجے میں کچھ برطانیہ کے حصے میں آ گئے، کچھ فرانسیسی انقلاب کا شکار ہو گئے، کہیں ولندیزی[1] استبداد قائم ہوا اور خلافتِ اسلامیہ کا پورا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ اس کے بعد اگلا حملہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی تہذیب اور ان کی وحی کے معاملے میں بھی جنگ شروع کر دی گئی، یہ ۱۸۵۷ء کے بعد کا زمانہ ہے۔

(۱) ''ولندیز'' یورپی ملک ہالینڈ کا قدیم نام ہے۔ ''ریختہ'' پر ''ولندیزی استبداد'' کا مطلب یوں بیان کیا گیا ہے: ''ولندیزی سلطنت (Dutch Empire) سترہویں صدی سے بیسویں صدی تک نیدرلینڈ (ہالینڈ) کے زیرِ انتظام سمندر پار خطوں پر مشتمل ایک استعماری سلطنت (Colonial Empire) تھی۔

فتنۂ مرزائیت اور اسلامی اَساس پر حملے

عزیزانِ گرامی! ایک طرف مرزا کی نبوت کا فتنہ شروع ہوا، مسلمانوں کی تعلیم کا فتنہ شروع ہوا اور مسلمانوں کی تعلیم کی نئی اَساسیں مرتب کردی گئیں، یہی زمانہ شروع ہوا جس زمانے میں دجل سے رنگینیاں اور ترقیات کے نام پر بتایا گیا کہ اب تک انسان انتہائی کسمپرسی میں تھے، یہ نئی دنیا قائم ہوگئی ہے۔

مادیت کے فتنے اور خودساختہ محسنین کی جدید فہرست

آپ اہتمام کے ساتھ اگر یہ تاریخ پڑھیں، اس میں دنیا کو بتایا گیا کہ محسنین کی جو فہرست ہے، اس میں نئے کیریکٹر آئے۔ لوگ بڑے اہتمام سے پوچھتے ہیں کہ یہودیوں نے تو دنیا کو دوائیوں کا علاج دیا، یہ جس اسپیکر کے ذریعے میں آپ سے بات کررہا ہوں، یہ ان سے ملا، دنیا میں لائٹوں کا اہتمام ان سے ہوا، سفر ونقل کا اہتمام انہی کے ذریعے ہوا، آئن اسٹائن، نیوٹن، اسٹیفن ہاکنگ آئے، دنیا میں جہاز بن گئے، نئی نئی خلائیں قبضہ کی جارہی ہیں، اس کے مقابلے میں یہ کیا عقیدہ ہے کہ آپ نے اس کو مان لیا، اس کو مان لیا، قبلے کا رخ یہاں کرلیا، وہاں کرلیا، ان چیزوں کی کیا ضرورت ہے؟ انسانیت کو تو اس کی ضرورت ہے کہ اس کو دو وقت کی روٹی ملے۔

یہی وہ دور ہے جب دنیا میں مارکس ازم (Marxism)(۱) کا فلسفہ شروع ہوا اور معیشت کے نام پر بتایا گیا کہ نئی ترتیب قائم کی جائے، زمین اور ملکیت کے نام پر نئے فلسفے گھڑے گئے، تو اب بتایا یہ جارہا ہے کہ انسانیت کے محسن پیغمبر علیہم السلام نہیں ہیں، یہ نئے ہیروز ہیں، معاشرے میں نئے طبقات کا وجود بنایا گیا۔ اس سے پہلے دانشور یا اہلِ علم کے لیے علماء یا مذہبی لوگ تھے، اس کے بعد ایک نیا طبقہ پیدا ہوا جس نے جرنلزم (Journalism) [صحافت](۲) کے نام پر نئی چیزیں پیدا کیں۔ میں یہیں رک کر آپ سے یہ عرض بھی کرتا چلوں کہ ظاہری بات ہے کہ جتنی چیزوں کے نام لے رہا ہوں ان تمام چیزوں کے نفع سے ہم بھی استفادہ کررہے ہیں اور ان تمام چیزوں کو باطل محض کہنے کو ہم بھی تیار نہیں ہیں، کیوں کہ یقین مانیے عزیزانِ گرامی! یہ تو اللہ تعالیٰ کا اصول ہے کہ اگر یہ چیزیں باطل محض ہوتیں تو اللہ تعالیٰ اسے باقی نہ رکھتا، باطل کے ہر درے میں نفع کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے اسے بقا مل جایا کرتی ہے، لہٰذا ان کی بقا کے ظاہری اسباب موجود رہے، جس سے ہم آج استفادے کو بالکل تیار ہیں، مگر اس کے نتیجے میں کوشش کی گئی کہ

---

(۱) کارل مارکس (1883ء-1818ء) کے نظریات کے مجموعے کو مارکس ازم یا مارکسیت کہا جاتا ہے۔ یہ نظریہ بنیادی طور پر محنت کشوں کے حقوق کا دعویدار اور سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلہ میں ہے۔

(۲) ''صحافت'' (Journalism) کسی بھی معاملے کے بارے میں تحقیق اور پھر اسے صوتی، بصری یا تحریری شکل میں بڑے پیمانے پر قارئین، ناظرین یا سامعین تک پہنچانے کے عمل کا نام ہے۔

نیا انسان تیار کیا جائے۔

نظریۂ ارتقا اور اس کے اثرات کی اثر انگیزی و گہرائی

یہ وہی دور ہے عزیزانِ گرامی! جب مغرب میں ڈارون پیدا ہوا، جس کا آج ہمارے اسکولوں میں ارتقا کا نظریہ پڑھایا جاتا ہے، جو تخلیق کے خلاف نظریہ شروع ہوا کہ انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اور پیغمبروں کی اولاد نہیں، یہ کوئی منصوبہ بندی سے تخلیق کی گئی مخلوق نہیں، یہ تو جانوروں میں سے ایک جانور ہے، جس نے یہ روپ اختیار کرلیا ہے۔ یہ ایک اور طریقے کا ارتقا ہے، جس میں انسان یہاں کھڑا ہوا ہے اور ارتقا کی حدود اتنی بڑی ہیں۔

عزیزانِ گرامی! اس فتنے کی آپ گہرائی دیکھیے کہ اب یہ بتایا اور سمجھایا جارہا ہے کہ ہم آج تک جو سمجھتے تھے کہ دنیا میں مرد ہوتے ہیں یا عورت ہوتی ہے یا تیسرے کچھ معذور ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آزمائش کی سنت کے نتیجے میں کامل مرد یا کامل عورت نہیں بن پاتے تو وہ معذوروں کی صفت ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ انسانوں کے دو ہاتھ ہوتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ بعض انسانوں کے ہاتھ نہیں ہوتے، تو کیا اس کے بعد ہمارا اسٹیٹمنٹ تبدیل ہوجاتا ہے کہ انسانوں کے دو ہاتھ نہیں ہوتے؟ ہم تو یہی مانتے ہیں کہ انسانوں کے دو ہاتھ ہوتے ہیں۔ اگر کسی انسان کا ایک ہاتھ نہیں ہے تو اس کی وجہ سے ہمارا پرانا بنیادی بیانیہ تبدیل نہیں ہوتا کہ انسان کے دو ہاتھ نہیں ہوتے، ہم دو ہاتھ ہی مانتے ہیں، مگر اب انسانیت کو یہ باور کرایا جارہا ہے کہ ابھی تک ہم سمجھتے تھے کہ دنیا میں مرد ہوتے ہیں، عورت ہوتی ہے، یہ ہماری غلط فہمی ہے، یہ بائینری (Binary) نظام ہے، اس سے باہر نکلو، ایک مرد، مرد ہونے کے باوجود مرد نہیں ہوسکتا، ایک عورت، عورت ہونے کے باوجود عورت نہیں ہوسکتی، یہ تصور کہ میاں بیوی اور ماں باپ کی صورت میں انسانیت کا رشتہ چلتا ہے، یہ ہمارا تصور ہے۔ سروگیٹ مدر (Surrogate Mother) ہوسکتی ہیں۔ مرد مرد کے ساتھ مل کر بھی سلسلہ جاری رکھ سکتا ہے۔ آج تک جو مرد کہلاتا تھا، یہ بالکل جائز ہے کہ وہ مرد چھوڑ کر عورت بن سکتا ہے۔ ہم یہ فتنے دیکھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمایا تھا کہ آخری زمانے میں تم پر فتنے ٹوٹتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جس طرح کوئی لڑی ٹوٹ جائے گی اور ایک کے بعد ایک دانہ چلا آتا ہے، صبح آدمی مومن ہوگا، شام کو کفر اختیار کرے گا، شام کو مومن ہوگا، صبح کفر اختیار کرلے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفظِ ختمِ نبوت کا اہتمام

عزیزانِ گرامی! میں شاید اپنی کج بیانی میں اپنی بات سمجھا نہیں پا رہا ہوں، مگر بہت اہمیت کے ساتھ اس بات پر غور فرمایئے کہ ختمِ نبوت کے سلسلے میں جو محنتیں کی جارہی ہیں، نبوت ہماری حفاظت کی محتاج نہیں ہے، ختمِ نبوت ہماری محتاج نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت بچانے والے نے بچالیا تھا جب مکہ

مکرمہ کے اندر مختلف قبیلوں کے سو آدمی حضور ﷺ کے گھر کے باہر کھڑے ہوئے تھے اور چچازاد بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو آپ ﷺ بستر پر لٹا کر چپکے سے نکل پڑے اور وہی مکہ جہاں جب آٹھ سال کی عمر میں آپ ﷺ موجود تھے تو آپ کا مرتبہ یہ تھا کہ ان کے دادا حضرت عبدالمطلب آپ کا تخت خانہ کعبہ کے ساتھ لگایا کرتے تھے، وہ مکہ کی سرزمین آپ کے خون کی پیاسی ہوگئی۔ آپ ﷺ کو جب پہلی بار حضرت ورقہ بن نوفلؓ نے کہا تھا کہ زمانہ آئے گا جب آپ کو مکہ سے نکال دیا جائے گا تو آپ ﷺ نے حسرت سے فرمایا: ''أوَمُخْرِجِیَّ هُمْ؟'' کیا یہ وقت آئے گا کہ مجھے مکہ سے نکال دیا جائے گا؟ اور آپ ﷺ نے خانہ کعبہ سے اس طرح رخصتی اختیار کی کہ مڑمڑ کے دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اے خانہ کعبہ! تو مجھے بہت عزیز ہے، اگر یہ لوگ مجھ پر زبردستی نہ کرتے تو میں تجھے کبھی چھوڑ کر نہ جاتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا:

''إِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلٰی مَعَادٍ۔'' (القصص:۸۵)

ترجمہ: ''جس خدا نے آپ پر قرآن (کے احکام پر عمل اور اس کی تبلیغ) کو فرض کیا ہے، وہ آپ کو (آپ کے اصلی) وطن یعنی (مکہ) میں پھر پہنچائے گا۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس وقت اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا:

''أَوَلَمْ یَرَوْا أَنَّا نَأْتِی الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا وَاللهُ یَحْكُمُ لاَ مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ وَهُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔'' (الرعد:۱۴)

ترجمہ: ''کیا اس امر کو نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں اور اللہ (جو چاہتا ہے) حکم کرتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

ہم مکہ کی زمین ان کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لیں گے، یہ مکہ میں ہونے کے باوجود مکہ کے اندر اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کریں گے۔ صرف چھ سال بعد معاملہ ہوا کہ جب ایک موقع پر صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی ہوگئی تو ابوسفیانؓ دوڑ کر آپ ﷺ کے پاس آئے کہ ہم اس معاہدے کو ہر قیمت پر باقی رکھنا چاہتے ہیں، وہ موقع تھا کہ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھنا گوارا نہیں کیا، وہ آخر کار مجبور ہوکر کہہ گئے کہ ہماری طرف سے معاہدہ باقی ہے۔ مکہ میں رہنے کے باوجود آپ ﷺ کے جانے کے بعد مکہ اُن کا نہیں رہا۔

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فیصلے ہیں، ختم نبوت کی صورت میں یہ دعوت کا اہتمام ہے، ایسا نہیں ہے کہ نعوذ باللہ من ذٰلك! نبوت خطرے کا شکار ہوگئی ہے، نبوت کو اب انسانوں کی حفاظت کی ضرورت پیش آ گئی ہے، یہ فیصلے تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کر دیئے تھے کہ:

''لَیْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَیْءٌ أَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ أَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ'' (آل عمران:۱۲۸)

ترجمہ: ''آپ کو کوئی دخل نہیں (یہاں تک کہ خدا تعالیٰ) ان پر یا تو متوجہ ہوجاویں یا ان کو کوئی

سزا دے دیں، کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کررہے ہیں۔‘‘ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یعنی یہ فیصلہ کردیا گیا کہ آپ نہیں کھڑے ہوئے، آپ کی موجودگی میں اللہ کھڑا ہوا ہے۔ ہم نے فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کی نبوت کو کس درجے تک پہنچانا ہے! کب آپ کی واپسی کا فیصلہ فرمانا ہے! آپ کے لیے ابھی کس معرکے میں فتح کا فیصلہ کرنا ہے! مگر ختمِ نبوت کی صورت میں جو دعوت دی جارہی ہے، وہ یہ ہے کہ ہم اس کو سمجھیں کہ نبوت کے خلاف شیطانی حملے کس طاقت کے ساتھ کیے جارہے ہیں۔ یہ معمولی سی چیز تھی، مرزا زندہ رہتا تو شریف آدمی اس کو اپنی بیٹیاں دینے سے انکار کردیتے، ایک آدمی کردار کی اس نحوست پر پہنچا ہوا ہو کہ اس کے اپنے لوگ اس سے بدظن ہونا شروع ہوجائیں، جو آدمی اپنے کردار میں کمزور ہو اس کو آج اس اہتمام کے ساتھ دنیا کیوں سپورٹ کرنے کو تیار ہوگئی ہے؟ کیوں ان کو مظلوم بنا کے دنیا کے سامنے پیش کیا جارہا ہے؟

ختمِ نبوت اور دیگر دینی اصطلاحات میں تحریف کا نیا حربہ

عزیزانِ گرامی! یہ چیز یہاں رکے گی نہیں، میں نے آپ سے عرض کیا کہ ہر چیز آپ سے چھین لی جائے گی، نبوت کے نام سے آیا ہوا ہر علم چھین لیا جائے گا۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ’’خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ‘‘ کی تفسیر میں علماء ایک موقف رکھ رہے ہیں اور دوسرا گروہ الگ موقف رکھ رہا ہے اور یہ علمی اکیڈمک نالج (Academic Knowledge) ہے جس میں آپ بحث کریں کہ غالب کے شعر کا مطلب یہ ہے یا وہ ہے۔ یہ بحث کروانا مقصود ہے، اسٹریکچرازم (Structuralism)(۱) کی صورت میں لینگویجز (Languages) کے اندر ایسے فلسفے بیان کیے جاچکے ہیں کہ زبان سے حاصل ہونے والا علم یقینی نہیں ہوتا، آپ کے بچے اگر او لیول یا اے لیول پڑھتے ہوں گے اور اپنی ہسٹری کو جانتے ہوں گے تو لینگویجز (Languages) کی ان باتوں سے واقف ہوں گے۔ دریدا کی صورت میں ایسے مفکر مغرب میں ہیں، بتایا جارہا ہے کہ لفظ سے جو معنی پیدا ہوتا ہے، وہ معنی ہونا ضروری نہیں ہے، تاکہ اس کے بعد آپ قرآن پڑھیں مگر اس اعتماد سے محروم ہوجائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کیا کہہ رہا ہے، یہ سمجھنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ آپ ریاست کو دیکھیں، کہا گیا کہ اسٹیٹ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا کہ آپ مسلمان ہیں یا آپ غیر مسلم ہیں؟ اسٹیٹ لوگوں کی دیگر چیزوں کا تحفظ تو کرے گی، لیکن پیغمبر کے تحفظ سے دستبردار ہوجائے گی۔ انسانوں کو اس معاملے میں بے حس

---

(۱) اسٹریکچرزم: (ساختیات) یہ بیسویں صدی کی ایک فلسفیانہ اور تنقیدی تحریک ہے، جو ساٹھ کی دہائی کے آخر میں فرانس میں شروع ہوئی تھی۔ اس نظریہ کے مطابق، زبان کسی بیرونی حقیقت کے ساتھ مواصلات کے آلے کے طور پر کام نہیں کرتی ہے، جیسا کہ اکثر نظریہ بنایا جاتا ہے۔ اس کے بجائے، زبان، ’’بیرونی دنیا‘‘ کے ساتھ کسی تعلق پر منحصر ہوئے، کچھ الفاظ اور دوسروں کے مابین تعلقات سے ایک مواصلاتی دنیا تخلیق کرتی ہے۔

بنا دیا جائے اور یہ استدلال قائم کیا جائے کہ پیغمبروں کی عصمت کیا چیز ہوتی ہے؟ وہ تو چلے گئے، انسان ہیں، عصمت تو موجودہ انسانوں کی ہوتی ہے، مجھے کوئی آدمی گالی دے، یہ تو مسئلہ ہے اور میرا رائٹ (Right) ہے کہ میں اس پر بحث کروں، لیکن پیغمبر تو اس سے بالاتر ہوتے ہیں۔

عصمتِ انبیاء اور مذہبی اَساس کے بارے میں اختلافِ آراء کی ترویج کا فتنہ

عزیزانِ گرامی! یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ میں آپ کے سامنے کوئی ہیپوتھیسز (Hypothesis) [مفروضہ] کھڑا کررہا ہوں، آپ کے سامنے کوئی ایسی صورت اختیار کررہا ہوں، بلکہ ہمارے سامنے وہ جگہ ہے، ایسی دنیا ہے جہاں ظاہری لحاظ سے پیغمبر اپنی اس عظمت سے محروم کیے جاچکے ہیں، پیغمبروں کے خلاف کھلے عام گفتگو کی جاتی ہے، اس طرح کی ہوش ربا چیزیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بکی گئی ہیں جن کا ہم یارا نہیں کرسکتے، ہم انہیں بیان کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ بات پھر پیغمبروں کی عظمت پہ نہیں رکے گی، اسٹیٹ پر آئے گی، پھر اس کے بعد اُمت کا تصور کیسے ہے؟ یہ کیا بات ہے کہ آپ میں سے کئی لوگ دہلی کی برادری کے ہیں، ہمارے خانوادے کا تعلق سیّد ہونے کے باوجود پشتون علاقوں سے تھا، یہاں کے کچھ لوگ پنجاب کے لوگوں میں سے ہیں، یہاں کچھ لوگ اور نسل میں سے ہیں، مگر ہمیں ایک ہی نسبت جوڑ دیتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں۔ کہا جارہا ہے کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟ نئی پہچانیں بنائی جائیں، گلوبلائزیشن (Globalization) کا دور ہے۔ یہ بات کہ پیغمبروں کی بنیاد پر، مذہب کی بنیاد پر ایک اَساس قائم کی جائے، یہ تفرقے کا باعث ہے۔ معاشرہ پرولر (prowler) ہو، ایک سے زیادہ آراء برداشت کی جائیں، بتایا جائے کہ عقیدہ کا مسئلہ اہم مسئلہ نہیں ہوتا۔ میں اگر یہ کہوں کہ زمین میں گریویٹی (Gravity) [کششِ ثقل] کی صلاحیت نہیں ہے اور میرے پاؤں کے نیچے یہاں کوئی گریویٹی نہیں ہے تو مجھے منہ پہ کہا جائے گا کہ احمق آدمی! تمہیں یہ نہیں پتا؟ تم گریویٹی کا انکار کرتے ہو؟ عقیدے کے نام پر سائنس کی ایک اور دنیا قائم کردی گئی ہے کہ اگر میں گریویٹی کو نہیں جانتا تو بولیں گے کہ یہ دیکھو بھئی مولوی صاحب کو گریویٹی نہیں پتا، ان کو کشش ثقل نہیں پتا۔ میں اگر زمین کے گول ہونے کا انکار کردوں تو بچے مذاق اُڑائیں گے کہ یہ کیا بات کررہے ہیں؟ آپ کو یہ نہیں پتا، ہم تو دیکھ چکے ہیں، مگر کوئی یہ کہہ دے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر نہیں ہیں، آپ کے بعد نبوت چل سکتی ہے، کوئی ظلی یا بروزی آسکتا ہے تو کہا جائے گا کہ یہ ایک علمی مسئلہ ہے، یہ تو اختلاف ہے، یہاں تو ایک سے زائد آراء ہیں، یہاں تو گفتگو کی جاسکتی ہے۔

نظریۂ ڈارون اور اس کے خوفناک نتائج

عزیزانِ گرامی! یہ سیلاب آیا تو کچھ نہیں بچے گا، یہ بات بھی نہیں بچے گی کہ ہم انسانوں کی اولاد

ہیں ۔ یہ واقعہ نہیں ہے، یہ لوگ اس بات کو اب کہتے نہیں ہیں اور آپ پوچھیں تو مانتے ہیں کہ ارتقا طے شدہ بات ہے، ہوموسیپین (Homo Sapiens) [بندر] ہزاروں سال پہلے آئے تھے اور ان کی تصویریں بھی آچکی ہیں، ہم تو ان بندروں کی نسلوں میں سے آئے تھے ۔ ہم ہوموسیپین کی اولاد ہیں، اس سے پہلے ہوموسیپین کا دور تھا، ایک نئے دور میں ہم آئے ہیں، ابھی اس دور میں ہم انسانوں کو اس روپ میں دیکھ رہے ہیں، ورنہ اس سے پہلے انسانوں کی دُمیں بھی ہوا کرتی تھیں ۔ یہ مذاق نہیں ہے، یہ کالجوں یونیورسٹیوں میں پڑھا پڑھایا جارہا ہے ۔ یہی بات جو جنگ تھی کہ ایک اللہ کا آوازہ ماننا ہے یا آزادی مانگنا ہے؟ شیطان نے یہ بات کہی کہ میں تسلیم نہیں کرتا، میں لوگوں کو بلاؤں گا کہ یہ رستہ اختیار کرو ۔

عزیزانِ گرامی! اس کا خوفناک نتیجہ یہ ہوگا جو یورپ میں نظر آرہا ہے ۔ آپ کا بیٹا ہوگا، آپ اسے بیٹا کہہ رہے ہوں گے، بیس بائیس سال کی عمر میں آپ کا خیال یہ ہوگا کہ وہ بیٹا بہو لے کر آئے گا، پتا چلے گا کہ وہ کسی اور مرد کو لے کر آجائے گا اور کہے گا کہ ابو! یہ ریئیلیٹی (Reality) ہے ۔ اچھا دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ مرد ہونے سے انکار نہیں کرے گا، مانے گا کہ میں مرد ہوں، مگر میرے جذبات اس طرح کے نہیں ہیں کہ میں شادی کرسکوں ۔ نبوت کے خلاف جنگ اللہ کے خلاف جنگ ہے، نبوت کی عصمت نہ ماننے کے نتیجے میں کائنات یوں نہیں رہے گی، یہ روز وشب کے مسائل ہیں جو ہمیں مغرب میں نظر آرہے ہیں ۔ ہاں! اس کے مقابلے میں ان کے پاس چیزیں ہیں، گاڑیاں اور جہاز ہیں، ان کا معاشی اسٹیٹس ہے، لوگوں کے پاس ضروریاتِ زندگی کی فراوانی ہے، بے شمار چیزیں ہیں ۔ یہ بتایا جارہا ہے کہ یہ نظام ہے، اسی غربت کی چکی میں پستے رہو گے؟ انہی بحثوں میں پڑے رہو گے کہ بس مرد اور عورت ہی ہوتے ہیں؟ یہ تفریق کرتے رہو گے؟ یہ جھگڑے کرتے رہو گے کہ آخری نبی گزر گئے؟ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا؟ یہی بات مانتے رہو گے کہ قرآن کریم کی تفسیر حتمی ہے؟ آپ ﷺ کے بعد صرف قرآن ہی نہیں پہنچا، بلکہ قرآن کے معانی بھی پہنچے؟ سنت کو حتمی مانتے رہو گے؟

اُمت کی متفقہ اصطلاحات میں تحریف

مرزائیت کی صورت میں عالم اسلام پر جو حملہ ہوا، جو صورت حال ہوئی، یہ اس کی جڑوں پر کیے گئے حملے کی ایک بڑی صورت تھی ۔ ان کو پتا تھا، یہ بات طے تھی کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ عالم اسلام مرزا کو نبی مان لے گا، مگر یہ باور کروایا جائے کہ نبوت ایک ایسی چیز ہے جس کے دیگر دعوے دار ہوسکتے ہیں، یہ جو اصطلاح آپ نے آج تک صحابی کی سن رکھی ہے، انہوں نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ اصطلاح ایسی نہیں ہے جو دائمی ہے اور انہی تک ہے، صحابی نعوذ باللہ من ذلک! دوبارہ بھی ہوسکتے ہیں ۔ یہ واقعہ ہے

کہ اس (مرزا قادیانی) نے اپنے لوگوں کو صحابی کہا، واقعہ یہ ہے کہ اس نے اپنی بیویوں کا اسٹیٹس ازواج مطہرات کا رکھا، واقعہ یہ ہے کہ جنت البقیع کے مقابلے میں ایک بہشتی مقبرہ بنایا گیا۔ آپ یہ دیکھ رہے ہیں، کچھ دیر بعد مغرب یہ کہے گا کہ مسلمانوں کے نمائندے کون؟ یہ مسلمان یا احمدی! ان کے نمائندے تو احمدی بھی ہیں، جنہیں وہ احمدی کہتے ہیں، ہم قادیانی کہنے پر اصرار کرتے ہیں۔ یہ ناموں کی بحث نہیں ہے، یہ لفظوں کی بحث نہیں ہے، ہمیں کہا جائے گا کہ اس ساری تہذیب سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ اس معرکے میں آخری زمانے کا آخری مرحلہ شروع ہو رہا ہے۔

تحفظِ ختمِ نبوت دین کے ہر شعبے کا تحفظ ہے

عزیزانِ گرامی! ہمارے پاس وقت تھوڑا ہے اور آپشن کوئی نہیں ہے، اپنے آپ کو نبوت کے ساتھ، نبوت کی حفاظت کے ساتھ، ختمِ نبوت کے ساتھ وابستہ کریں۔ اس کو بنیاد بنا کر اُمت کے ہر شعبے کا تحفظ کریں۔ کیا وجہ ہے کہ علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے برصغیر پاک و ہند کے اندر اُس وقت کے سیاسی معرکہ میں دخل نہیں دیا، مگر مرزائیت کی بات سننے کے بعد ان جیسے علمی آدمی کی بھی راتوں کی نیندیں اُڑ گئیں۔ ان کو احساس ہوا کہ اس کے بعد تو مذاق شروع ہو جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے، دجال کے خاتمے کا معرکہ شروع ہوگا، اور یہ آدمی یہاں تک کھڑا ہو گیا کہ جس مسیح علیہ السلام کو امت مان رہی ہے وہ مسیح کب آئے گا؟ وہ تو مثیلِ مسیح کو آنا تھا، وہ مسیح علیہ السلام تو انتقال کر گئے۔ وہ مینارہ کہاں بعد میں بننا تھا، وہ مینارہ آج ہی بن جائے، میں بنا دیتا ہوں مینارہ، تاکہ امت کے ذہن میں شکوک وشبہات کا شور برپا کر دیا جائے۔ دیکھیے! شیطان کیا کرتا ہے، شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار جو خود قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے، وسوسہ ہے۔ ہم سورۃ الناس میں پڑھتے ہیں:

''قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ إِلٰهِ النَّاسِ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ'' (الناس:۱-۶)

ترجمہ: ''آپ کہیے کہ میں آدمیوں کے مالک، آدمیوں کے بادشاہ، آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں، وسوسہ ڈالنے پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ (وسوسہ ڈالنے والا) جن ہو یا آدمی (ہو)۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یعنی لوگوں کے ذہن میں اُلجھاؤ اور وسوسہ پیدا کر دو، اسی کو قرآن نے کہا کہ یہ بھی ایک طرح کی وحی چلتی ہے، دماغ میں خیالات بنُے جاتے ہیں، دماغ میں جالے بُن دیئے جاتے ہیں، ہر چیز جسے مانا جا رہا ہے اس میں شکوک وشبہات پیدا کر دیئے جائیں، یہ خیال کیا جائے کہ ساری حقیقتیں ایسی نہیں ہوتیں، بلکہ کوئی حقیقت ایسی نہیں ہوتی جس کو مانا جائے اور جو ہمیشہ کے لیے ہو۔ چیزیں تبدیل ہوتی ہیں، خیالات تبدیل

ہوتے ہیں۔ مرزائیت کی صورت میں یہ حملہ ہوا، اکابرین نے اس کے مقابلہ میں یہ محنت اس اَساس پر اُٹھائی کہ امت کے ان عقائد، اس علمیت، اس نظریے اور اس نظام کا تحفظ کیا جائے۔

تحفظِ ختمِ نبوت کا درست طریقہ

عزیزانِ گرامی! اور اکابرین کا یہ کمال ہے کہ اس محنت میں نہ گالی کا راستہ اختیار کیا اور نہ گولی کا۔ یہاں میں یہ عرض کرتا چلوں کہ شیطان نے جنگ شروع کی تھی، اس نے کہا کہ بھڑکاؤں گا، اللہ نے فرمایا کہ: میں نیک بندے بھیجوں گا، اگر اللہ بند کرنا چاہتے تو شیطانی سلسلے کو ہی ختم کر دیتے، اسی وقت شیطان کے مردود ہونے کا فیصلہ ہوتا تو ایک حکم آتا اور شیطان نیست و نابود ہو جاتا، مگر معرکے میں صحیح آواز اُٹھائی گئی، پیغمبر بھیجے گئے، اسی پیغمبروں کی رہنمائی کے مطابق ہمارے اکابر نے یہ سلسلہ شروع کیا، جب یہ معرکہ ہمارا نہیں ہے تو اس میں طریقہ کار بھی ہمارا نہیں ہوسکتا، ورنہ ہم ان کے خلاف پرسیکوشن (جبر کا راستہ) اختیار کرنا چاہتے تو ہمارے لیے پاکستان کی حد تک کیا مشکل تھا؟ یہ معرکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے، یہ جنگ بھی انہی صورتوں میں اختیار کی جائے گی، جن صورتوں میں پیغمبر کے ذریعے اللہ اپنی جنگیں باقی رکھتا ہے۔

انسانی تہذیب کا آخری دور اور ہمارا آخری سہارا

لہٰذا عزیزانِ گرامی! یہ جو صورت حال چل رہی ہے، جس میں ہم گرفتار ہیں، یہ وبا ہمارے گھر میں ہے، لوگ اس بات میں پریشان ہیں اور پریشان ہونا چاہیے کہ کلائمیٹ چینج (Climate Change) [موسمیاتی تبدیلی] وقوع پذیر ہے، صورت حال یہ ہے کہ دریا اپنا رخ بدل رہے ہیں، گلیشیئر پگھل رہے ہیں۔ دجالی تہذیب یا دجال کا یہ معاملہ ہوتا ہے کہ وہ ایک آنکھ سے کانا ہوتا ہے، یہ خوف تو بتایا جا رہا ہے، مگر کوئی یہ سمجھا نہیں رہا کہ اگر یہ واقع میں کلائمیٹ چینج ہے، لوگ کھلے عام کہہ رہے ہیں کہ یہ انسانی تہذیب کا آخری دور ہے، انسان کی اس دنیا میں بقا نہیں رہے گی، یہ تو سوچ رہے ہیں کہ یہ دنیا ختم ہو جائے گی، یہ سوچ نہیں رہے کہ پھر اس کے بعد اس دنیا میں دیگر چیزیں کیوں ختم ہو رہی ہیں؟ دوسرا کیا فلسفہ متوجہ کر رہا ہے؟ اگر قربِ قیامت کا وقت ہے تو ہمیں کس معرکے میں شامل ہونا ہے؟ ہم نے اپنی کن اَساسات کو قائم رکھنا ہے؟ اگر دنیا ختم ہی ہونی ہے اور دنیا اگر ہمارے لیے ختم ہوگی تو نئی بات تو نہیں ہوگی، ہم سے پہلے تو قیامت آ گئی، دنیا آج کے انسانوں کی ختم ہو جائے گی تو کوئی نئی بات نہیں ہے، دنیا سے جو پہلے چلے گئے ان کی قیامت ہوگئی، وہ تو دنیا سے چلے گئے تھے۔ ہمارے لیے احساس کی بات یہ ہے کہ ہم اپنی اس دعوت، اس ختمِ نبوت سے جڑیں، یہ ہماری آخری پناہ گاہ ہے، یہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی اَساسات واپس لائیں، ختمِ نبوت کا عنوان ہوگا جس کی بنیاد پر امت میں آپ گلوبلائزیشن کے نام سے نئی نئی شناختوں سے بچ سکیں گے۔ نبوت ہمیں وہ مرکز فراہم

کرے گی کہ ہمارا خاندانی نظام بچے گا اور ہم مرد و عورت کی شناخت میں جی سکیں گے، ورنہ ہمیں بتایا جائے گا کہ یہ تصور غلط ہے کہ بہن و بھائی ہوتے ہیں، یہاں بہت سی اور چیزیں ہوتی ہیں، جیسے ایل۔ جی۔ بی۔ ٹی (L.G.B.T)، اس میں شناختیں الگ الگ ہیں، بتایا جائے گا کہ حکومتوں کا تعلق مذہبی بحثوں سے نہیں ہوتا، مذہب کے فروغ کے لیے حکومتیں استعمال نہیں کی جاسکتیں۔ بتایا جائے گا کہ زبان کے اوپر اعتماد نہیں کریں، قرآن پڑھیں بس جس طرح کتاب پڑھتے ہیں، اس سے آنے والا معنی ضروری نہیں ہے کہ ہم تک صحیح پہنچے، اس سے زیادہ کئی آراء ہوسکتی ہیں۔ ہم انسان ہونے کے باوجود آخر میں اپنی شناخت کھو بیٹھیں گے۔

تحفظِ ختمِ نبوت دین کی بنیاد و اَساس ہے

یہی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی کہ ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا، میں اب آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو، تمہیں آخر تک اس دجال کے مقابلے میں کھڑا ہونا ہے، اس دجل کے مقابلے میں کھڑے ہو کر حقیقی بات جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بات ہے، جو نبوت کے سلسلے میں پیغام چل رہا ہے، جو وحیِ الٰہی کی صورت میں روشنی آرہی ہے، اس کے ساتھ خود کو وابستہ کرنا ہے، جو لوگ اس میں دن رات کاوشیں کررہے ہیں، حضرت مولانا مفتی خالد محمود، حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد، ان کے علاوہ کتنے اکابرین ہیں جو اپنی زندگیاں صرف کرکے نوجوانوں میں احساس دلا رہے ہیں۔ یقین مانیے کہ یہ کسی جماعت کی طرف بلانا نہیں ہے، یہ کسی ادارے کی طرف بلانا بھی نہیں ہے، یہ اُمت کو اس کی بنیادی اساس سے وابستہ کرنا ہے، امت کو اس پر جاگتے رہنے پر مجبور کرنا ہے، تاکہ جو بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی تھی: ''مَنْ اَنْصَارِيْ اِلَی اللہِ'' (الصف:۱۴) یعنی ''اس معرکے میں میرا مددگار کون ہوگا؟'' یہی دعا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو دی:

''اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔''

''یا اللہ! تو اس کی مدد فرما جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد فرماتا ہے اور اس کو رسوا کردے جو دین کی رسوائی میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔''

میری بھی دعا ہے آپ کے لیے بھی، اپنے لیے بھی اور سارے گھر والوں کے لیے کہ اس معرکے میں جو ہمیں وحیِ الٰہی سے کاٹنے کے لیے کیا جارہا ہے، جو ہمارا رشتہ اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹنے کے لیے کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے صدقے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا میں بھی وابستہ فرمائے اور اسی محبت کے صدقے میں جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب فرمائے، آمین

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد و علٰی آلہٖ و صحبہٖ أجمعین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

مکاتیب حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ

بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مکتوب حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچہری روڈ (لکھنو، انڈیا)

۱۴؍شوال المکرم ۱۳۷۹ھ

معظّمی محترمی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری دامت فیوضکم وعمّت!

سلامِ مسنون!

خدا کرے مزاجِ گرامی ہر طرح بعافیت ہو۔ آپ کا دل میں جو مقام ہے اور آپ سے جیسی علمی عقیدت ہے، اگر میں خط وکتابت میں سخت مقصّر نہ ہوتا تو سال میں دو چار عریضے ضرور ہی لکھا کرتا، لیکن اس باب میں اتنا مقصّر اور کوتاہ کار رہوں کہ جن سے غلامی کا تعلق ہے، اور جن کے بارے میں یقین ہے اور جن کے بارے میں یقین ہے کہ ان کو جلدی جلدی خطوط نہ لکھنے میں اپنا ہی خسارہ اور اپنا ہی بڑا نقصان ہے، وہاں بھی مہینے خالی گزر جاتے ہیں۔ اس وقت اس عریضے کا داعیہ مولانا موسیٰ میاں صاحب کے تحفے ''الإتحاف''(۱) کو دیکھ کر پیدا ہوا، انہوں نے مجھے بھی ایک نسخہ عنایت فرمایا ہے۔ اگر شروع میں تقریب،

(۱) ''الإتحاف لمذهب الأحناف''، علامہ ظہیر احسن نیموی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''آثار السنن'' پر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی کا نام ہے، جو انہوں نے اپنے ذاتی نسخے پر تحریر فرمائے تھے، یہ قلمی حواشی کافی عرصہ تک زاویہ خمول میں رہے۔ مولانا نعمانی وشیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمہما اللہ سمیت بہت سے اہلِ علم کی خواہش تھی کہ یہ علمی خزانہ تحقیق وتخریج کے بعد منظرِ عام پر آئے، حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ان حواشی کی تخریج کا کام فرمالیا تھا، **(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

اور آپ کے قلم سے نہ ہوتی، اور مجھے یہ معلوم نہ ہوا ہوتا کہ آپ نے ان حوالوں کی تخریج اور ان عبارتوں کے استخراج کا کام حضرت استاذ (مولانا محمد انور شاہ کشمیری) رحمۃ اللہ علیہ کے امر سے کیا بھی تھا، تب بھی میں آپ ہی کو لکھتا کہ خدا کے لیے یہ کام کرکے اس مقفّل خزانہ کو اہلِ علم کے لیے قابلِ استفادہ بنا دیجیے۔

مولانا موسیٰ میاں کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، انہوں نے اپنا کام کر دیا، اور کام آپ کا اور صرف آپ کا باقی ہے، آپ کے سوا کوئی نہیں ہے جو اس خدمت کو انجام دے سکے۔ مطالعہ کرکے میں نے دونوں باتیں محسوس کرلیں: ایک یہ کہ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و مطالعہ کا بڑا قیمتی حصہ اس خزانہ میں محفوظ ہے۔ اور دوسری یہ کہ موجودہ شکل میں اس سے استفادہ مجھ جیسے بھی بہت ہی کم کرسکیں گے۔ ۴، ۵ سال ہوئے جب دار العلوم ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث حضرت شاہ حلیم عطا صاحبؒ کا انتقال ہوگیا تھا تو حدیث کا ایک سبق میں لے لیا کرتا تھا، لیکن جب کوئی آدمی کئی سال کی تلاش کے بعد بھی نہ مل سکا تو گزشتہ سال سے دو سبق پڑھانے کی ذمہ داری لے لی ہے۔ اگر آپ قریب ہوتے یا مراسلت میں سست نہ ہوتا تو آپ سے استفادہ کا سلسلہ جاری رکھتا۔ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا خاص امین' میں آپ کو اور مولانا بدر عالم صاحب کو سمجھتا ہوں، اس لیے دونوں ہی حضرات سے الحمد للہ خاص دلی محبت و تعلق ہے، اللہ تعالیٰ ان کو صحت و قوت عطا فرمائے، ان کی علالت اور ضعف کی خبروں سے بڑی فکر و تشویش ہے۔ دعا کرتا ہوں اور دعا کا سخت محتاج ہوں۔

والسلام: محمد منظور نعمانی عفی اللہ عنہ

مولانا طاسین صاحب اگر حسبِ سابق قریب ہی رہتے ہوں اور یاد رہے تو ان کو سلامِ مسنون!

---

۱۷ / رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ ۲۰ / دسمبر ۱۹۶۷ء

صدیقِ محترم دامت فیوضکم وعمّت!

سلامِ مسنون!

خدا کرے مزاجِ گرامی بعافیت ہو۔ چار پانچ دن ہی پہلے ایک عریضہ روانہ خدمت کر چکا

(گزشتہ سے پیوستہ) جو دو کاپیوں کی صورت میں والد ماجد ﷫ کے ذخیرۂ کتب میں موجود تھا، لیکن کتابوں کی کثرت کی بنا پر تلاشِ بسیار کے باوجود کافی عرصہ سے ہمیں دستیاب نہیں ہو رہا تھا، اس دوران جامعہ کی مجلسِ تعلیمی کے فیصلے کے مطابق شعبہ تخصص فی علوم الحدیث میں حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی ﷫ کی زیرِ نگرانی کئی متخصصین نے ان حواشی کی تخریج و تحقیق کا کام مکمل کرلیا، بعد ازاں اس پورے کام میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے مزید کام کروایا گیا، اور الحمد للہ کام مکمل تیار ہوگیا تھا کہ خوش قسمتی سے حضرت والد ماجد ﷫ کا تخریج کردہ مواد بھی دستیاب ہوگیا، ''والأمر مرهونٌ بوقته''۔ اب ان دونوں کے موازنہ کا عمل جاری ہے، اور اُمید ہے کہ کچھ عرصہ میں یہ قیمتی علمی ذخیرہ تحقیق و تخریج کے ساتھ چھپ کر منظرِ عام پر آجائے گا۔

ہوں، اس میں ’’معارف السنن‘‘ جزء ثالث کے دو نسخے پہنچ جانے کی اطلاع دی تھی اور دریافت کیا تھا کہ دوسرے نسخہ کا کیا (کیا) جائے؟ یہ بھی عرض کیا تھا کہ جزء ثانی مجھے نہیں ملا ہے، اُمید ہے کہ میرا یہ عریضہ موصول ہو چکا ہوگا۔ کل ایک صاحب محمد زکی[1] نامی تشریف لائے، یہ کانپور کے اس خاندان کے فرد ہیں، جن کا مطبع مجیدی تھا اور ہے، جو ہماری قدیم درسیات چھاپنے میں خاصی شہرت رکھتا تھا، یہ صاحب اب کراچی (میں) رہتے ہیں، وہاں (پاکستان) چوک میں ان کا پریس ہے، جس کا نام ’’ایجوکیشنل پریس‘‘ ہے، کتابوں کا بھی کام کرتے ہیں، انہوں نے بتایا کہ آپ سے بھی ان کو خاص نیاز حاصل ہے۔ وہ اپنے والد ماجد کی علالت کی وجہ سے کانپور آئے ہوئے ہیں، کل وہ میرے پاس لکھنو آئے، اور انہوں نے ذکر کیا کہ اب سے کئی مہینے پہلے انہوں نے کراچی سے مجھے خط لکھا تھا، اور میری کتابیں ’’معارف الحدیث‘‘ وغیرہ چھاپنے کی اجازت چاہی تھی، اور شرائطِ معاملہ دریافت کیے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے ان کو جواب میں لکھا تھا کہ میں اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (بنوری) کو لکھ چکا ہوں، اس لیے کسی دوسرے ادارے سے کوئی معاملہ کرنے سے معذور ہوں۔ یہ سب انہوں نے بتایا، مجھے یاد نہیں، لیکن بات صحیح ہوگی۔ کل بھی وہ اس سلسلہ میں تشریف لائے تھے، اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ آفسٹ اور ونڈائک سے چھاپنے کے لیے میرے پاس آرٹ پیپر اور بٹر پیپر پر ’’معارف الحدیث‘‘ (کے) جو فارم چھپے ہوئے ہیں، وہ میں ان کو دے دوں، اور وہ کراچی جا کر آپ سے بات کرلیں گے۔ پھر اگر جناب مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے ان کتابوں کو چھاپنے کا فیصلہ فرمائیں گے تو وہ یہ فارم آپ کے حوالہ کردیں گے، اور اگر آپ انہی کو یعنی محمد زکی صاحب مالکِ ایجوکیشنل پریس کو سپرد کرنا پسند فرمائیں گے تو وہ چھاپیں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں مولانا کو کراچی خط لکھوں گا، اور ان کا جواب آنے پر آپ کو بتا سکوں گا۔ اس وقت یہ عریضہ اس غرض سے لکھ رہا ہوں۔

کراچی اور لاہور کے مختلف ناشرین نے مختلف اوقات میں مجھ سے میری ان کتابوں کی اجازت چاہی اور معاملہ کرنا چاہا، لیکن میں نے ہمیشہ معذرت کردی۔ میرے پیشِ نظر یہ تھا کہ کوئی بامقصد ادارہ ان کتابوں کو اپنی کتابیں قرار دے کر چھاپے، اس کے لیے میں منتظر تھا کہ ادھر کا کوئی سفر ہو تو اس کا کوئی فیصلہ کروں، لیکن اس راستہ میں ان مشکلات کے علاوہ جو سب کے لیے ہوتی ہیں، میرے لیے کچھ مزید مشکلات ہیں۔ غالباً جولائی، اگست میں ’’بینات‘‘ کے کسی شمارے سے معلوم ہوا تھا کہ ایک دار الاشاعت آپ قائم فرمارہے ہیں تو میں نے اپنی کتابوں کے بارے میں جناب کو لکھا تھا اور جناب نے

---

(۱) حاجی محمد زکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے معروف تجارتی کتب خانہ ایچ ایم سعید کے مالک اور جامعہ کے فاضل، سابق استاذ وخازن مفتی محمد عاصم زکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد تھے۔

اس کا جواب بھی دیا تھا، اور اس تجویز پر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا تھا۔ پھر اس سلسلہ میں نہ میں کچھ لکھ سکا، نہ آپ نے کچھ تحریر فرمایا، کل محمد زکی صاحب کی ملاقات کے بعد پھر یہ مسئلہ میرے سامنے آیا۔

اصل کتابیں جن کا مسئلہ میرے سامنے ہے، صرف چار ہیں: ''اسلام کیا ہے؟''، ''دین وشریعت''، ''قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟''، ''معارف الحدیث''۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو مقبولیت بھی نصیب فرمائی ہے۔ پہلی دونوں ہندوستان کی مختلف زبانوں کے علاوہ انگریزی میں اور اب فرانسیسی میں بھی شائع ہوچکی ہیں۔ تیسری کا انگریزی ترجمہ ہورہا ہے۔ کوئی قابلِ اعتماد ترجمہ کرنے والا مل جائے تو ''معارف الحدیث'' کا بھی شروع ہوجائے۔ میں نے غالباً یہ بھی لکھا تھا کہ آفسٹ سے چھاپنے کے لیے کتابت کی ضرورت نہیں ہوگی، میں یہاں سے سامان بھیج سکتا ہوں۔ محمد زکی صاحب سے میں واقف نہیں ہوں، جس خاندان سے ان کا تعلق ہے، وہ بہت اچھا ہے۔ ان کے بقول آپ ان سے اچھی طرح واقف ہیں، اگر آپ فرمائیں تو میں ان کو ''معارف الحدیث'' کے فارم دے دوں؟ ورنہ وہ بلا تکلف ڈاک سے بھی ہر وقت جاسکتے ہیں۔ اگر مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے میری کئی کتابوں کو شائع کرنے کا پروگرام ہو تو مجھے مطلع فرمائیں، اس صورت میں بہتر ہوگا کہ میں فارم وغیرہ آپ کو براہِ راست ڈاک سے بھیجوں، لیکن اگر مکتبہ اسلامیہ کے لیے کسی وجہ سے یہ مشکل ہو اور محمد زکی صاحب کے بارے میں آپ کی رائے اچھی ہو تو میں ان کے متعلق سوچوں۔ کتابیں چونکہ عوامی ہیں، اس لیے ان کی طلب اور نکاسی کی رفتار خدا کے فضل سے بہت اچھی رہتی ہے۔

''دارالمصنفین'' اور ''ندوۃ المصنفین'' کی کتابیں معیاری ہوتی ہیں، اور دونوں ادارے بھی نامور ہیں، لیکن بے چارے عوام کی تعداد، علماء اور خواص کے مقابلے میں بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے یہی کتابیں زیادہ مانگی جاتی ہیں، اس لیے میں کسی قابلِ اعتماد ادارہ ہی کو دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ براہِ کرم میری رہنمائی فرمائیں۔ کل ہی ڈاک سے مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی کی تالیف ''سنت کا تشریعی مقام'' موصول ہوئی ہے، اسی سے معلوم ہوا کہ مولانا 'مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے اساتذہ میں ہیں، کتاب کا مطالعہ ان شاء اللہ بعد رمضان مبارک کسی سفر میں کرسکوں گا۔

جس وقت میرا یہ عریضہ موصول ہوگا، غالباً (رمضان المبارک کا) عشرہ اخیرہ شروع ہو چکا ہوگا، دعاؤں کا بے حد محتاج اور خواستگار ہوں، اور اپنے لیے وسیلۂ خیر وسعادت سمجھ کر آپ جیسے حضرات کے لیے اللہ کی توفیق سے دعا کا اہتمام رکھتا ہوں۔

والسلام: محمد منظور نعمانی

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

حصولِ علم کے لیے مطلوب صفات

خطاب: مفتی رضاء الحق

ضبط وترتیب: مولوی محمد طیب حنیف، متعلم دورہ حدیث، جامعہ

مورخہ ۸/ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق ۵/اکتوبر ۲۰۲۲ء بروز بدھ حضرت مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہٗ (سابق استاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن وحال شیخ الحدیث ورئیس دار الافتاء دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ) جامعہ تشریف لائے۔ اس موقع پر حضرت نے دار الحدیث میں اساتذہ وطلبہ کے مجمع سے صحیح بخاری ''کتابُ العلم'' کے بعض تراجم ابواب کی وضاحت اور حدیثِ مسلسل بالاوّلیت سے متعلق ایک علمی خطاب فرمایا، جسے جامعہ کے دورہ حدیث کے طالب علم مولوی محمد طیب حنیف نے ریکارڈنگ سے کاغذ پر منتقل اور مرتب کیا۔ افادۂ عام کی غرض سے شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے۔ **(ادارہ)**

محترم طلباء کرام! اللہ رب العزت نے آپ حضرات کو علم کی گراں قدر دولت سے نواز کر عزت ورفعت عطا فرمائی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ اشعار منسوب ہیں:

ما الفخرُ إلاّ لأهل العلم أنّهم ‏ على الهدى لمن استهدَى أدِلاءُ
وقدرُ كلِّ امرئ ما كان يُحسِنه ‏ والجاهلونَ لأهل العلم أعداءُ
ففُزْ بعلمٍ تعِشْ حيّاً به أبدًا ‏ الناسُ موتى وأهل العلم أحياءُ

ترجمہ: ''فضیلت وبڑائی کا حق صرف اہلِ علم کو حاصل ہے، چونکہ وہ خود ہدایت پر قائم ہیں، ہدایت کے متلاشی افراد کے لیے بمنزلہ رہبر ورہنما کے ہیں۔

ہر انسان کی قدر ومنزلت اس کے حسنِ عمل سے عیاں ہوتی ہے، اور علم کی دولت سے محروم افراد اہلِ علم کے دشمن ہوتے ہیں (ان سے بغض وعداوت رکھتے ہیں)۔

لہٰذا تم علم کی گراں قدر دولت حاصل کر کے تاحیات زندگی حاصل کرلو، عوام تو مردہ کی حیثیت

رکھتے ہیں، جبکہ اہلِ علم زندہ وجاوید ہیں۔''

علمی ہنر اور کمال خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے

انسان کا مرتبہ اور فضیلت اس میں موجود علم وہنر کی وجہ سے خود اُجاگر ہوتا ہے، لہٰذا اس علم کو شہرت طلبی اور حصولِ جاہ کے لیے ہرگز حاصل مت کرنا۔ اس سے متعلق سخت وعید وارد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت آپ حضرات نے سنی ہوگی، جس کا حاصل یہی ہے کہ: ''جہنم میں سب سے پہلے اُس شخص کو ڈالا کیا جائے گا' جس کا پڑھنا پڑھانا شہرت وجاہ کے حصول کی غرض سے ہو۔'' اگر آپ کے اندر علمی ہنر وکمال موجود ہے تو اللہ رب العزت اس کو ضرور ظاہر فرمائیں گے۔

''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید''

یعنی مشک وہ ہے جس کی مہکتی خوشبو اس کی گواہی دیتی ہو، عطر فروش کو جس کی تعریف کی ضرورت پیش آتی ہو، وہ مشک کہلانے کے قابل نہیں۔

کسی زمانہ میں انوری شاہ نامی ایک شاعر گزرا ہے، وہ دنیاوی معاش اور تنگیِ رزق کی وجہ سے ہندوستان آیا۔ اس زمانہ میں مشاعرے کی مجالس ومحافل زور وشور سے منعقد کی جاتی تھیں، چنانچہ اس نے بھی شرکت کی غرض سے اجازت کے لیے درخواست پیش کی، جب اس کو بلایا گیا تو اس نے مشاعرے کے نگراں کے سامنے غلط اشعار پڑھے، جس سے وہ خوب محظوظ ہوا۔ اس نے کہا: اس کو بھی مجلس میں شریک کرنا چاہیے، تاکہ لوگوں کے لیے تفریح کا سامان بھی فراہم ہو۔ بہرحال اگلے دن مجلسِ مشاعرہ میں اس نے خوب حیران کن اشعار پڑھے، اور لوگوں سے داد وصول کی۔ شرکاءِ مجلس نے اسے نیچے کی نشست پر بٹھایا ہوا تھا، جب اس نے یہ آخری شعر پڑھا:

قل هو الله کہ وصفِ خالقِ ماست
زیر ِتبّت یدا أبي لهب است

ترجمہ: ''قل هو الله خالقِ کائنات کا کلام ہے، لیکن تبّت یدا أبي لهب (سورہ لہب) کے بعد واقع ہے۔''

اس شعر کا سننا تھا کہ لوگوں نے نہایت عزت وتکریم کے ساتھ اسے اونچی نشست پر بٹھایا۔

اس سے متعلق ایک (اور) واقعہ یاد آیا۔ افغانستان میں دو عالم تھے: ایک کا نام مولانا عبدالحکیم اور دوسرے کا نام مولانا عبدالباقی تھا، انہوں نے ہجرت کی نیت سے سرزمینِ شام کا رُخ کیا، وہاں کسی سے شناسائی اور تعلق نہیں تھا، ایک معمار کے پاس مزدور کی حیثیت سے کام کرنے لگے، اور اپنے علم ولیاقت کو مخفی رکھا، ایک دن

کا واقعہ ہے کہ دمشق کے مفتی عام محمود حمزہ نے ایک دعوت کا اہتمام کیا، یہ دونوں بحیثیت مزدور مدعو ہوئے، جب گھر میں داخل ہوئے تو فتاویٰ کی کتب سے معمور الماریوں کو دیکھا اور ایک فتوی کی کتاب اٹھائی، کافی دیر ورق گردانی کے بعد ایک مسئلہ پر درج حوالہ جات میں اپنی طرف سے اضافہ کیا اور بعض مسائل پر تعقُّبات بھی درج کردیئے۔ شام کو جب وہ عالمِ دین آئے اور اپنی کتابوں کو ٹٹولا تو ان کی نگاہ حوالہ جات میں اضافہ اور تعقُّبات پر پڑی۔ اس پر وہ بہت حیران ہوئے اور گھر کے خدام سے اس بارے میں دریافت کیا، انہوں نے بتایا کہ فلاں مزدور نے کیا ہے، انہوں نے مزدور کو بلایا اور فرمایا: آج سے آپ فلاں مسجد میں قیام کریں، جہاں آپ کے لیے کتب خانہ کی سہولت موجود ہے، چنانچہ (بعد میں)انہوں نے ''کشفُ الحقائق'' کے نام سے ''کنز الدقائق'' کی ایک بہترین شرح تصنیف کی، جو ہمارے دوست (شیخ الحدیث) مولانا محمد انور بدخشانی حفظہم اللہ کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

انہی شیخ عبدالحکیمؒ سے متعلق میں نے شیخ محمد عوامہ سے براہِ راست سنا کہ شیخؒ پیرانہ سالی کے سبب اپنے پاؤں پھیلا کر درس دیتے تھے۔ ایک مرتبہ دمشق کا گورنر ملاقات کے لیے ان کے مدرسہ حاضر ہوا، ملاقات سے فارغ ہوکر دراہم کی تھیلی ایک ملازم کے ہاتھوں روانہ کی۔ شیخ عبدالحلیمؒ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے واپس لوٹا دی اور سبق آموز جملہ ارشاد فرمایا: ''الذي يمدُّ رجليه لايمدُّ يديه''، یعنی''جو دوسروں کے آگے پاؤں پھیلاتا ہے، وہ کبھی دستِ سوال دراز نہیں کرتا۔''

محدّث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا ذکرِ خیر

اس مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھنے والے حضرت بنوری رحمہ اللہ سال کے آغاز میں اخلاص پر تقریر فرماتے تھے۔ حضرتؒ کی یہ کرامت تھی کہ ہر سال کی تقریر پرانی ہوتی تھی، مگر نئی معلوم ہوتی تھی۔ طلبہ سے بڑے دردِ دل سے فرماتے تھے: جو طالبِ علم حصولِ جاہ اور شہرت کی غرض سے داخلہ کا خواہشمند ہے، وہ ہمارے ادارے میں نہ آئے۔ میں خود اس کے لیے درخواست لکھ کر کسی دوسرے ادارے میں داخلہ کراؤں گا۔ آپؒ دورانِ درس فرماتے تھے: میرا حج وعمرہ کی وجہ سے حرمین شریفین کا سفر صرف اپنی خاطر نہیں ہوتا، بلکہ اس مدرسے، طلباء و اساتذہ اور عملہ (سب) کے لیے دعا کرتا ہوں۔ آپؒ مستجاب الدعوات تھے، آپ کی دعا کا اثر ہے کہ اس مدرسہ کے فضلاء کو اللہ رب العزت نے خصوصی مقام وعزت سے نوازا ہے۔

حضرت بنوریؒ وحضرت شیخ الحدیثؒ کے تعلیمِ خدمت کے واقعات

محمد علی نامی ایک (طالب علم) حضرتؒ کے خادم تھے، جو پڑھائی میں نہایت کمزور تھے، مگر خدمت کا

جذبہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، چنانچہ روزانہ درس سے قبل حضرتؒ کے (گھر کے) دروازے کے باہر حاضر ہوجاتے تھے، جب آپ باہر تشریف لاتے تو ان کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر سہارا لیے مسجد تشریف لے جاتے تھے۔ اسی طرح وہ حضرتؒ کی جوتیاں نہایت سلیقہ سے محفوظ رکھتے تھے۔ ان کی ایک خصوصیت قابلِ ذکر ہے کہ: جب وہ کسی اور طالبِ علم کو حضرتؒ کی خدمت کے لیے آگے بڑھتا دیکھتے تو فوراً پیچھے ہٹ جاتے تھے اور اسے خدمت کا موقع دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے خدمت کی غرض سے حضرتؒ کی جوتیاں اُٹھائیں، آپؒ نہایت نفیس جوتیاں پہنتے تھے، اس طالب علم نے جوتیوں کی پائنتی کا رُخ مشرق کی طرف پھیر کر رکھ دیا، آپؒ نے طبیعت میں غیر معمولی حساسیت کی وجہ سے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

اس قسم کا (ایک اور) واقعہ یاد آیا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ جن کو حضرت بنوریؒ سے گہری رفاقت حاصل رہی، اخیر عمر میں پیرانہ سالی کے سبب عصا (لاٹھی) کے سہارے چلتے تھے، ایک مرتبہ حرمِ مکی میں تشریف فرما تھے، شیخ یونسؒ نے آپ کی لاٹھی کو رکھنا چاہا تو بے دھیانی میں اُس کا دستہ قبلہ سے منحرف حالت میں رکھا، حضرت شیخ الحدیثؒ نے فوراً تنبیہ کی، اور فرمایا: اس کا دستہ بمنزلہ چہرہ کے ہے، جس کا رُخ قبلہ کی جانب ہونا چاہیے۔ ہمارے اکابرین نے اس قدر معمولی آداب کا بھی لحاظ کیا ہے۔

کتاب کے ساتھ قلبی تعلق ہونا ضروری ہے

طلبِ علم میں دل لگا کر محنت کرنی چاہیے، اس پر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں، جو تفسیروں میں موجود ہے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کی خدمت میں دو عورتیں آئیں، ان میں سے ایک کا بچہ بھیڑیا اٹھا کر لے گیا تھا، اور ایک بچہ موجود تھا، جس پر دونوں عورتیں دعوے دار تھیں۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے قبضہ کی بنا پر بڑی عورت کے حق میں فیصلہ سنایا۔ جب ان دونوں عورتوں کا گزر آپ کے صاحبزادہ سلیمان علیہ السلام پر ہوا، ان کو قضیہ اور فیصلہ پر آگاہ کیا، تو والد کی خدمت میں اس فیصلہ میں ترمیم کی اجازت چاہی، اور ایک تدبیر اختیار کی کہ دونوں عورتوں کی موجودگی میں چھری منگوائی اور بچہ کو ذبح کرنے کی غرض سے قدم بڑھایا تو یک دم چھوٹی عورت پکار اٹھی کہ اس بچہ کو دوسری عورت کے سپرد کردو، مگر اس کو قتل مت کرو۔ دراصل بڑی عورت کا بچے کے ساتھ ہاتھ کا تعلق تھا، لیکن چھوٹی عورت کا Heart (دل) کا تعلق تھا، لہٰذا کتاب کے ساتھ بھی Heart کا مضبوط تعلق ہونا چاہیے۔

اس سلسلہ میں بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک نبی نے جنگ پر روانگی سے قبل اعلان کیا: جو شخص گھر کی تعمیر سے فارغ ہوا ہو، مگر چھت ڈالنا ابھی باقی ہو، یا جس کی اونٹنی گابھن ہو، یا وہ شخص جو عقدِ نکاح میں داخل ہوچکا ہو، مگر رخصتی ابھی نہ ہوئی ہو، تو ایسے لوگ ہمارے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوں۔ اس کی وجہ بالکل واضح

ہے کہ ان کا دل مذکورہ چیزوں کے ساتھ معلق ہوگا، اور جہاد میں یکسو نہیں ہوگا۔

حصولِ علم کے چھ درجات

علماء نے حصولِ علم کے چھ درجات ذکر کیے ہیں:

❶ -الاستماع: استاذ کا سبق پورے غور و توجہ سے سننا۔

❷ -الإنصات: دورانِ درس گفتگو اور ہنسی مذاق سے اجتناب کرنا۔

❸ -الفهم: سبق کو سمجھنے کی ہر ممکن کوشش کرنا، حاشیہ وغیرہ کی مدد لینا۔

❹ -الحفظ: سبق کو ضبط اور محفوظ کرنے کی کوشش کرنا۔

❺ -العمل: مضمونِ درس کو عملی زندگی میں زندہ کرنا۔

❻ -الدعوة: لوگوں کو خیر و بھلائی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا۔

احسان کے چھ معانی

درس کی ابتداء میں، میں نے جو اشعار پڑھے، ان میں ایک مصرعہ ہے: وقدرُ كلِّ امرئٍ ما كان يُحسِنه، اس میں ایک کلمہ ''احسان'' آیا ہے، جس کے متعدد معانی ہیں:

① - الإخلاص في النية، ② - الإحسان بالعمل (عبادت کو بخوبی انجام دینا)، ③ -الإحسان إلى الأقارب، ④ - الإحسان إلى الأجانب، ⑤ - الإحسان إلى غير المسلمين، ⑥ -الإحسان إلى العبادات۔ یہ احسان کے چھ نمبر ہیں۔ یہاں شعر میں دوسرا معنی، یعنی الإحسان بالعمل مراد ہے۔

صحیح بخاری ''كتابُ العلم'' کے چند ابتدائی تراجمِ ابواب کی وضاحت

آپ حضرات کے سامنے عبارت پڑھی گئی، امام بخاری رحمہ اللہ نے حسبِ عادت ''ترجمةُ الباب'' میں آیت: ''يَرْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ.'' (المجادلة:١١) پیش کر کے اہلِ علم کی رفعت و منزلت کو بیان کیا ہے۔ آیت کا اختتام ''وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ'' لا کر اشارہ فرمادیا کہ علم کی اصل غرض اور مقصود اس کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونا ہے۔ معروف جملہ ہے: ''العلمُ بلا عملٍ عقيمٌ، والعملُ بلا علمٍ سقيمٌ، وكلاهما طريقٌ مستقيمٌ''، یعنی حصولِ علم، عمل کے بغیر بانجھ ہے۔ اور عمل، علم کے بغیر مریض اور کمزور ہے، اور علم و عمل کا مجموعہ یہ سیدھی راہ ہے۔

امام بخاریؒ نے حسنِ ترتیب کے ساتھ ابواب باندھے ہیں، چنانچہ پہلے باب میں غیر اہم امور کو ترک

کر کے اہمیت کے حامل کام کو مقدم کرنے پر زور دیا ہے۔ اگلے باب میں مدرّس و محدّث کے لیے لاؤڈ اسپیکر کے انتظام پر توجہ مبذول کرائی ہے۔ چونکہ اس کے بغیر طالب علم کو سبق سننے میں دشواری ہوتی ہے، اس کے متصل باب میں درسِ حدیث کے افتتاح میں ''و بہٖ قال: حدّثنا'' کے ذریعہ اتصالِ سند کے ساتھ سبق کا آغاز کرنے کی ترغیب دی ہے۔

اس بات سے آپ بخوبی واقف ہیں کہ: ''و بہٖ قال: حدّثنا'' کہہ کر درس کا افتتاح کرنا حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا طریقہ رہا ہے، جبکہ (امام العصر) حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے درس میں ''و بہٖ'' کا اضافہ نہیں کیا جاتا تھا، جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ بسا اوقات تمام مرویات کی سماعت حاصل نہیں ہوتی تھی، لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ جب مجموعہ کتاب کی اجازت حاصل ہوگئی تو اس کے ذیل میں، اس میں درج تمام مرویات کی اجازت شمار ہوگی۔

اس سے اگلے باب میں استاذ کا تلامذہ سے سوالات پوچھنے کو ذکر کیا ہے، جس کو سہ ماہی امتحان کے نام سے جانا جاتا ہے، اسی طرح (آخر تک) آدابِ تعلیم و تعلم سے متعلق (مختلف) ابواب باندھے ہیں۔

''حدیثِ مسلسل بالاوّلیت'' کا تسلسل اور اس کی سند

ہمارے اکابرین کا طریقہ رہا ہے کہ وہ حدیث کی مجلس میں سب سے پہلے اس حدیث کو بیان فرماتے تھے۔ اس میں میری اور آپ حضرات کے استاذِ حدیث حضرت مفتی عبدالرؤوف غزنوی صاحب مدظلہم کی سند یکساں ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''الرّاحمونَ یرحمُهم الرحمٰن، ارحموا من في الأرض یَرحمْکم -أو یَرحمُکم- مَن في السَّماء.''

ہم نے اپنے شیخ حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ سے سب سے پہلے یہ حدیث سنی، انہوں نے اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے، انہوں نے اپنے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے، انہوں نے حضرت مولانا عبدالقیوم بُڈھانوی صاحبؒ سے، انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاقؒ سے، انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے، انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے سنی۔ اس کے بعد والی اسانید کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنے رسائل ''الفضلُ المبین'' اور ''النوادر'' میں ذکر کیا ہے (یہ کتاب حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ کی تعلیقات اور حواشی کے ساتھ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوچکی ہے)۔

یہ بات یاد رہے کہ ''حدیثِ مسلسل بالاوّلیت'' کا تسلسل حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تک رہا ہے، اس کے بعد عمرو بن دینارؒ، ابو قابوسؒ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما میں اس کا تسلسل باقی نہیں رہا، البتہ ہمارے اکابرین اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

''مسلسل بیوم عاشورا'' سے متعلق ایک حیرت انگیز واقعہ

دارالعلوم کراچی کے نائب رئیس حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے ایک جگہ لکھا ہے: میں جدہ میں کسی کانفرنس میں شریک تھا، کانفرنس سے فارغ ہوکر عصر کے بعد موقع ملا تو میں نے ٹیکسی کرائے پر لی اور عمرے کے لیے چلا گیا، عمرے کے لیے جانے کے بعد جب سیڑھیوں سے اتر رہا تھا تو وہاں ایک طالب علم میرے انتظار میں کھڑا تھا، اس نے مجھ سے کہا: آپ کو شیخ یاسین فادانی یاد فرمارہے ہیں، انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ اس جگہ کھڑے رہنا، مولانا تقی صاحب ملیں گے، انہیں میرے پاس لائیے۔

شیخ یاسین فادانی اصلاً انڈونیشیا کے عالم تھے، وہ ''جامع المسانید'' تھے، بڑے بڑے مشائخ ان کے پاس اجازتِ حدیث کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ مولانا تقی صاحب فرماتے ہیں: میں نے اس طالب علم سے پوچھا: انہیں میری آمد کا کیسے علم ہوا؟ اس نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں، انہوں نے مجھے صرف اتنا فرمایا تھا کہ فلاں دروازہ پر ان کا انتظار کرنا اور میرے پاس لے آنا۔ جب مولانا تقی صاحب ان کی مجلس میں پہنچے تو شیخ یاسین فادانی نے فرمایا: دراصل میرے پاس ایک حدیث ''مسلسل بیوم عاشورا'' ہے، اور آج عاشورا کا دن ہے، میں نے آپ کو اس کی اجازت دینے کے لیے بلایا ہے، اس لیے کہ یہ دن سال میں ایک دفعہ آتا ہے، معلوم نہیں آئندہ سال آپ یا میں زندہ رہیں یا نہیں؟ زندہ رہیں تو یہاں موجود ہوں گے یا نہیں؟ اس لیے میں نے آپ کو تکلیف دی، مولانا تقی صاحب فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: حضرت! آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں یہاں آیا ہوا ہوں؟ وہ فرمانے لگے: بس باقی باتوں کو چھوڑیں، آپ حدیث کی اجازت لیں۔ یہ ''کشف الصدور والإلهام'' کہلاتا ہے، جو دائمی نہیں ہوتا۔

''حدیثِ مسلسل'' کی چھ قسمیں

۱: مسلسلِ قولی، ۲: مسلسلِ فعلی، ۳: مسلسلِ زمانی، ۴: مسلسلِ مکانی، ۵: مسلسل بالحالة العارضة، ۶: مسلسل بالحالة الدائمة۔

حاضرین کو اجازتِ حدیث

مجلس کے اختتام پر حضرت مفتی صاحب نے دورہ حدیث کے طلباء کو اپنی تمام مرویات کی اجازت مرحمت فرمائی، اور فرمایا: ''ہمارے اساتذہ و مشائخ کے حالاتِ زندگی پر عبدالرحمٰن نیمویؒ نے ایک کتاب مرتب کی ہے، جس کا نام ''جواهر الأصول'' تجویز کیا ہے۔ اس پر ہم نے کام بھی کیا ہے۔ ایک بار اس کی اشاعت ہوئی تھی اور ہاتھوں ہاتھ اس کے نسخے ختم ہوگئے تھے، اب عنقریب دوبارہ اس کی اشاعت ہوگی۔''

حضرت بنوریؒ سے اجازت حاصل نہ ہونے کا ذکر

ایک بات عرض کر کے مجلس کا اختتام کرتا ہوں، اس مدرسہ کے مؤسس و بانی علامہ بنوریؒ سے مجھے براہِ راست اجازتِ حدیث حاصل نہیں ہے۔ یہ تکوینی فیصلہ تھا، حالاں کہ میں ۱۹۷۲ء میں آیا اور حضرتؒ کی رحلت کا سانحہ سن ۱۹۷۷ء میں پیش آیا۔ ان کی مجالس اور دروس میں شرکت اور ان سے استفادہ کا موقع ملا ہے، اس وجہ سے ان کا ذکر اپنے اساتذہ میں کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں، بس یہی کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں جو کچھ ملا، وہ اس مدرسہ اور اس کے بانی کی برکت سے ملا، ورنہ ہم خود کچھ نہیں ہیں۔

اردو اور عربی میں لفظِ ''مہتمم'' کے تلفظ میں فرق

مہتمم کا لفظ عربی میں استعمال کرتے ہوئے میم کو میم میں ادغام کرنا ضروری ہوگا، جبکہ اردو زبان میں بغیر ادغام مستعمل ہے۔ اس سے اشارہ ہوگیا کہ مہتمم اور نگراں حضرات کو نرم اور سخت دونوں لہجوں میں سمجھانا چاہیے، جس کی بہترین تعبیر یہ ہے: سختی کی جگہ پر سخت رویہ اور لہجہ ہو، مگر نرمی کی جگہ پر نرمی اختیار کرے۔

وصلی اللہ علیٰ محمد وعلی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین!

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا جذبۂ خیر خواہی اور موجودہ حالات میں اس کی ضرورت

مولوی عابد شہزاد
متعلم تخصصِ علومِ حدیث، جامعہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جامع صفات وکمالات تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہر صفت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی، منجملہ صفات کے ایک صفت خیر خواہی بھی ہے۔ یہ صفت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں اتم درجہ میں موجود تھی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مختلف صفات کا عکس مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم میں نظر آتا ہے، چنانچہ کسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ جمال کا پرتو، تو کسی میں صفتِ جلال کا عکس، کسی میں صفتِ عفت وحیا کا، تو کسی میں شجاعت و بہادری کا غلبہ نظر آتا ہے۔ اسی طرح کسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت صبر وقناعت کا، تو کسی میں جذبۂ خیر خواہی کا عکس اور غلبہ نظر آتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بھی ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی پر بیعت لی تھی، انہوں نے اس بیعت کی اس قدر پاسداری کی کہ جذبۂ خیر خواہی ان کی طبیعت کا حصہ بن گیا، اگر یہ کہا جائے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفتِ جذبۂ خیر خواہی کا غلبہ اور عکس مجسم طور پر کسی میں دیکھنا ہو تو ان کی زندگی کو دیکھ لیا جائے۔ خیر خواہی والا جذبہ اور اس کا استحضار ان کی حیات کے مختلف پہلوؤں میں نظر آتا ہے۔

مختصر حالاتِ زندگی

ان کا پورا نام ابوعبداللہ جریر بن عبداللہ بن جابر بن مالک بن نضر بن ثعلبہ بجلی احمسی (۱) ہے۔ وہ یمن کے شاہی خاندان قبیلہ بجیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ سن ۱۰ر ہجری کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت حسین وجمیل تھے، دراز قد تھے، کہا جاتا ہے کہ ان کا قد مبارک چھ ذراع اور ان کے نعلین کا طول ایک ذراع تھا۔ (۲) داڑھی مبارک پر زعفران کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ (۳) ان کے حسن وجمال کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ”یوسف هٰذه الأمة“ (۴) ”اس امت کا یوسف“ کا

لقب عنایت فرمایا۔ آپؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ انتہائی عجیب اور دلچسپ ہے، جس وقت یہ تشریف لائے، نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے دورانِ خطبہ ان کے آنے کی خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا کہ: ابھی تمہارے پاس اس دروازے سے یمن کا ایک شخص آئے گا، اس کے چہرے پر بادشاہت کے آثار ہوں گے۔ اسی خطبہ کے دوران آپؓ مجلس کے مکمل آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے خدمت میں حاضر ہوئے، آپؓ کو قرائن و آثار سے محسوس ہوا کہ شاید آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے بارے میں گفتگو فرما رہے ہیں، چنانچہ اس کی تصدیق کے لیے ساتھ بیٹھے ہوئے صحابیؓ سے پوچھا، تو صحابیؓ نے کہا: آپ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ ابھی آپ کے پاس یمن کا ایک باشندہ آئے گا، اس کے چہرے پر بادشاہت کے آثار ہوں گے۔ (۵)

آپؓ اگرچہ تاخیر سے اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ سے تقریباً سو روایات مروی ہیں، (۶) جبکہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ: آپؓ سے دوسو روایات مروی ہیں۔ آپؓ کے بیٹے عبداللہ، منذر، ابراہیم اور آپ کے پوتے ابوزرعہ ہرم آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپؓ نے کوفہ میں قیام کیا، مشاجراتِ صحابہؓ کے زمانہ میں کوفہ سے قرقیسا چلے گئے، اور وہیں ۵۱ ہجری میں انتقال ہوا۔

مجلسِ نبوی میں آپؓ کا اکرام

ایک مرتبہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے، تو ازدحام اور رش کی وجہ سے دروازے پر کھڑے ہو گئے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دائیں بائیں دیکھا، جب کہیں بھی جگہ نظر نہ آئی تو ان کو اپنی رداء مبارک عنایت فرما کر اس پر بیٹھنے کا فرمایا، اور ارشاد فرمایا: ''إذا أتاكم كريم قوم فأكرموه''، (جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کا اکرام کرو)۔ آپؓ نے چادر مبارک کو اپنے جسم سے لگایا، بوسہ لیا اور یہ کہہ کر واپس لوٹا دی: ''أكرمك الله يارسول الله كما أكرمتني''، یعنی ''اللہ تعالیٰ آپ کا بھی ایسا ہی اکرام کرے، جیسا کہ آپ نے میرا اکرام کیا۔'' (۷)

جب بھی آپؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کو دیکھ کر مسکرا دیتے تھے۔ (۸)

آپ ﷺ کے زمانہ میں ان کی ذمہ داریاں

آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی، جس شخص میں جس چیز کی اہلیت دیکھتے، وہ کام اس کو سونپ دیتے، یہی طرزِ عمل خلفاء راشدین میں بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے موجود تھا، اور اس کے نمونے بکثرت کتبِ سیر و تاریخ میں ملتے ہیں۔ چونکہ آپؓ میں بادشاہت، امارت، فہم و فراست کے آثار طبعی طور پر موجود تھے، اس لیے ان کے ذوق و مزاج کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدینؓ نے ایسے ہی کام ان کے سپرد کیے۔

حجۃ الوداع اور آپ ؓ کی ذمہ داری

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ بے مثال حسن و جمال کے ساتھ ساتھ دراز قد بھی تھے، چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خاموش کرانے کا کام ان کے سپرد کیا۔ (۹)

آپ ؓ اور یمن کا کعبہ

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے مختلف قبائل نے کعبۃ اللہ کی طرح مختلف عبادت خانے قائم کر رکھے تھے، وہ ان کی ایسے ہی تعظیم کرتے تھے، جیسا کہ بیت اللہ کی تعظیم کی جاتی تھی۔ اسی طرح وہ اس کا طواف بھی کرتے اور اس پر نذرانے بھی پیش کرتے تھے۔ چنانچہ یمن کے تین قبائل دوس، خثعم اور بجیلہ نے بھی کعبۃ اللہ کے مقابلے میں ایک کمرہ تعمیر کروایا۔ جس میں انہوں نے بت رکھے، تاکہ لوگ ان کی عبادت کریں، اس کا طواف کریں، جس کو ذوالخلصہ اور کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا یہ عمل ناگوار گزرتا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو شہسواروں کا امیر بنا کر اسے گرانے کے لیے بھیجا، اس موقع پر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھ سکنے کی شکایت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا، اور یہ دعا دی: ’’اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا‘‘۔ (۱۰)
حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اس کے بعد گھوڑے سے کبھی نہیں لڑکھڑایا۔ آپ ؓ نے جا کر اسے گرادیا اور پھر آگ لگادی، بعد ازاں انہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوشخبری دینے کے لیے قبیلہ احمس کے ایک آدمی کو روانہ کیا، جب وہ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میں اس کو خارشی اونٹ کی طرح چھوڑ کر آیا ہوں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ مرتبہ قبیلہ احمس کے شہسواروں اور پیادہ لوگوں کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ (۱۱)

اسود عنسی کا قتل اور آپ ؓ کا کردار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود عنسی کذاب کو قتل کرنے کے لیے ذوالکلاع الحمیری اور ذوظُلیم حوشب بن طخیۃ سے تعاون کرنے کا پیغام دے کر حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ یہ دونوں اپنے اپنے قبیلہ کے سردار تھے، چنانچہ ان دونوں سرداروں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو سرِ تسلیم خم کیا۔ (۱۲)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی ذمہ داریاں خلفائے راشدین ؓ کے دور میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں نجران کا عامل مقرر کیا، (۱۳) عہدِ فاروقی میں قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئے، (۱۴) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے زمانۂ خلافت میں ہمذان کا عامل مقرر کیا، (۱۵) اور

عہدِ عثمانی ہی میں آپؓ نے آرمینیہ کو فتح کیا، (۱۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنا نائب بنا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت لینے کے لیے بھیجا تھا۔ (۱۷)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی خیرخواہی پر بیعت

جب حضرت جریر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے ''ہر مسلمان کے ساتھ خیرخواہی کا معاملہ کرنے'' پر بیعت لی، چنانچہ خود فرماتے ہیں:

''بَایَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی النُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ.'' (۱۸)

اپنے اصحاب کے ساتھ آپؓ کا جذبۂ خیرخواہی

۵۰ ہجری میں جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپؓ عہدِ خیرخواہی کی پاسداری کا لحاظ کرتے ہوئے کھڑے ہوئے، اور لوگوں میں مختصر خطبہ دیتے ہوئے حمد وثنا کے بعد فرمایا:

میں تم کو اللہ وحدہٗ لاشریک کے ڈر کی وصیت کرتا ہوں، جب تک کوئی دوسرا امیر تمہارے پاس نہیں آجاتا، اس وقت تک وقار اور سکینت کو لازم پکڑو، دوسرا امیر تمہارے پاس آ ہی رہا ہوگا، اور اپنے سابقہ امیر (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ) کے لیے عفو ودرگزر طلب کرو، کیونکہ وہ عفو کو پسند کرتے تھے، پھر فرمایا:

''فإني أتيتُ رسولَ الله -صلى الله عليه وسلم- ، فقلت: أُبايعك على الإِسلام، فشرط عَلَيَّ : والنُّصْحَ لكل مسلم، فبايعتهُ على هٰذا، ورَبِّ هٰذا المسجد، إني لكم لنَاصح، ثم استغفر ونزل.'' (۱۹)

یعنی ''یہ بات میں اس لیے کررہا ہوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ''ہر مسلمان کے ساتھ خیرخواہی'' پر بیعت لی تھی، اور میں تمہارے حق میں خیرخواہ ہوں، پھر اپنے امیر کے لیے استغفار کیا اور نیچے اُتر آئے۔''

اس واقعہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ خیرخواہی کرکے اس طرح انہوں نے اپنے اس عہد کو پورا کیا۔

اپنے امیر کے ساتھ آپؓ کا جذبۂ خیرخواہی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت کے شروع میں کوفہ کا گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بنایا، اہلِ کوفہ کو ان کے متعلق کچھ بے جا اعتراضات تھے، جن کی شکایت انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کی، چنانچہ جب حضرت جریر رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق حالات دریافت کرتے ہوئے پوچھا: آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کیسا پایا؟

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حق میں تعریفی کلمات کہے، جو درحقیقت اپنے امیر کے ساتھ اُن کے جذبۂ خیرخواہی کو واضح کررہے ہیں:

’’تَرَكْتُهُ اَكْرَمَ النَّاسِ مَقْدِرَةً، وَاَقَلَّهُمْ فَتْرَةً، وَهُوَ لَهُمْ كَالْأُمِّ الْبَرَّةِ تَجْمَعُ كَمَا تَجْمَعُ الذَّرَّةَ، مَعَ اَنَّهُ مَيْمُوْنُ الطَّائِرِ مَرْزُوْقُ الظَّفَرِ، اَشَدُّ النَّاسِ عِنْدَ الْبَاْسِ، وَاَحَبُّ قُرَيْشٍ إِلَى النَّاسِ.‘‘(۲۰)

جس کا حاصل یہ ہے: ’’میں نے اُن کو لوگوں میں سب سے زیادہ قدر ومنزلت والا، نیک بخت، جنگ کے وقت لوگوں میں سب سے زیادہ سخت، قریش میں سب سے زیادہ محبوب پایا ہے، وہ لوگوں کے لیے اس جنگلی ماں کی طرح ہیں جو اپنے بچوں کو ایسے جمع کرتی ہے، جیسا کہ مکئی اپنے دانوں کو جمع کیے ہوتی ہے۔‘‘

معاملات میں آپؓ کا جذبۂ خیرخواہی

ایک مرتبہ آپؓ نے اپنے ایک غلام کو گھوڑا خرید کرلانے کا کہا، اس نے تین سو درہم میں گھوڑا خریدلیا، جب انہوں نے گھوڑے کو دیکھا تو ان کو وہ پسند آ گیا، اور اس میں موجود اوصاف کے مقابلے میں اس کی جتنی قیمت ہونی چاہیے تھی غلام نے بہت کم قیمت پر اس کو خریدلیا تھا، چنانچہ انہوں نے مالک کو واپس بلاکر فرمایا: آپ کا گھوڑا تین سو درہم سے زیادہ قیمت کا ہے اور پھر مسلسل سو سو درہم کا اضافہ کرتے رہے، بالآخر آٹھ سو درہم میں اس کو خریدلیا۔ جب بائع چلا گیا تو اپنے غلام کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: میں نے یہ اس لیے کیا، کیونکہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہر مسلمان کے ساتھ خیرخواہی کا معاملہ کرنے کی بیعت کی تھی۔(۲۱) اسی طرح جب کوئی سامان فروخت کرتے تو اس کے خریدار کو اس چیز کے تمام عیوبات سے مطلع کرنے کے بعد فرماتے: اب تمہیں اختیار ہے، چاہو تو لے لو یا چھوڑ دو۔

بعض لوگ ان کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر کہتے: اس طرح تو کوئی بھی آپ کے اس سامان کو نہیں خریدے گا، (آپ علیہ السلام کی سنت اور آپ سے کیا ہوا عہد جو اُن کی طبیعت کا حصہ بن چکا تھا، اور جس کا استحضار ہر وقت رہتا تھا)، لوگوں کی بات سن کر فرماتے: میں نے ہر مسلمان کے ساتھ خیرخواہی پر بیعت کی ہے۔(۲۲) (چاہے اس میں مجھے نقصان ہی ہو، پھر بھی لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ ہی کروں گا)۔

ان واقعات کی رو سے معلوم ہوا کہ انسان کو خودغرض ہونے کی بجائے اپنے مسلمان بھائی کے حق میں خیرخواہ ہونا چاہیے۔ کسی کے بھولے پن، ناواقفیت یا مجبوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے دھوکہ دہی پر نہیں اُترنا چاہیے، بلکہ صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی صحبت یافتہ جماعت رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے لازمی اور بنیادی وصف خیرخواہی کو بھی مدِنظر رکھنا چاہیے۔

موجودہ حالات میں خیر خواہی کی صورتیں

موجودہ حالات میں جب کہ ملک پاکستان کا تقریباً دو تہائی حصہ سیلاب کی زد میں ہے، نہ صرف پاکستان بلکہ دیگر ممالک بھی اس قدرتی آفت کا شکار ہیں، جس کے نتیجے میں لوگ بھوک و افلاس میں مبتلا ہیں، اپنے گھروں سے بے گھر ہو گئے ہیں، روزگار سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، ان کی فصلیں اور جمع پونجی تباہ ہو چکی ہے، کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں، پینے کے لیے صاف پانی نہیں، پہننے کے لیے کپڑے نہیں، ان علاقوں میں بیماریاں وباء کی صورت اختیار کر گئیں ہیں، ان کے علاج و معالجہ کی ممکنہ صورتیں تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں، بخار کے علاوہ نت نئی بیماریاں عام ہو رہی ہیں، ادھیڑ عمر، نوجوان، بالغ و نابالغ مرد و عورت حتی کہ نوزائدہ بچے تک اس صورتحال سے متاثر ہیں، یہیں تک بس نہیں بلکہ بے زبان جانور بھی ان سنگین حالات سے دوچار ہیں، ان کا کوئی پرسان حال نہیں، چارہ نہ ملنے کی وجہ سے وہ نہ صرف لاغر اور کمزور ہو گئے ہیں، بلکہ بے شمار جانور اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، متاثرین ان چند مصائب کے علاوہ بہت سے آلام و مصائب کی لپیٹ میں ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر انسانیت کی مجموعی طور پر یہ ذمہ داری ہے کہ ان متاثرین کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کریں، اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

حکومت کی طرف سے خیر خواہی کی صورتیں

ان حالات میں حکومت کی طرف سے خیر خواہی کی صورتیں یہ ہیں کہ اولاً: ان علاقوں میں موجود پانی کے نکالنے اور خشک کرنے کا انتظام کیا جائے، ان کی مال و جان اور عزت و آبرو کی حفاظت کی جائے، اور ان کے لیے قومی خزانے سے وظائف مقرر کیے جائیں، ان سے ہر قسم کے ٹیکس معاف کیے جائیں، ان کے علاج معالجہ کے لیے مفت معیاری طبی کیمپ اور ان کی نئی نسل کی ترقی کے لیے تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں، ان کو روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں، اور سب سے بڑھ کر اس کے قدرتی آفت ہونے کے ساتھ ساتھ حکومتی انتظامی کمزوریوں پر بھی غور و فکر کیا جائے، پانی کی کثرت سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ڈیم تعمیر کروائے جائیں، اور اس کے ساتھ ساتھ نہروں اور دریاؤں کے نظام کو منظم بنایا جائے۔

تاجروں کی طرف سے خیر خواہی کی صورتیں

ان نازک حالات میں ہمارے تاجر حضرات کی طرف سے خیر خواہی بڑی اہمیت رکھتی ہے، جیسا کہ وہ کسی حد تک اپنے اس جذبۂ خیر خواہی کا اظہار کھانے پینے اور ضروریاتِ زندگی کی اشیاء اور مالی امداد کی صورت میں کر رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ مزید خیر خواہی کی صورتیں بھی ہیں، جن کو آج کل صرفِ نظر کیا جا رہا ہے،

حالانکہ وہ صورتیں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ اشیاءِ خوردہ اور ضروریاتِ زندگی کی چیزوں کو مناسب قیمت پر فروخت کیا جائے، اور ان کی ذخیرہ اندوزی سے بچا جائے، تاکہ مناسب داموں اور وافر مقدار میں اشیاءِ ضرورت ان تک با آسانی پہنچ سکیں، خیرخواہی کا سب سے اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ان متاثرین کی زمینیں، جانور، اور دیگر اشیاء کو ان کی مجبوری کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے انتہائی سستے داموں میں نہ خریدا جائے، بلکہ ان کے ساتھ ان کی اصل قیمت پر معاملہ کیا جائے۔

علماء کی طرف سے خیرخواہی کی صورتیں

ان سنگین حالات میں جب کہ لوگ بھوک و افلاس اور طرح طرح کے مصائب کا شکار ہیں، ان حالات کے انجام کو دیکھتے ہوئے علماء کی طرف سے خیرخواہی کا میدان سب سے اہم ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ علماء کی ذمہ داریوں میں یہ شامل ہے کہ ان متاثرین کے ایمان کی فکر کریں، تاکہ عیسائی، قادیانی اور دیگر لامذہب مشنریاں ان کے ایمان کو نقصان نہ پہنچا سکیں، اور حالات کے دیگر منفی نتائج لوٹ مار، قتل و غارت اور رہزنی کی وعیدات سے آگاہ کریں۔ ان کی مالی امداد کے ساتھ ساتھ ان کو اپنی انفرادی اور اجتماعی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ان کو صبر و استقامت کی تلقین کریں، اس کے لیے وقتاً فوقتاً بیانات اور تبلیغی جماعتوں کا سلسلہ جاری کیا جائے، اور اُن کی دلجوئی کے لیے گاہے بگاہے علماء کے وفد روانہ کیے جائیں، بالخصوص ان کے بچوں کی دینی تعلیم کے لیے مکاتب قائم کیے جائیں۔

عوام کی طرف سے خیرخواہی کی صورتیں

عوام پر بھی ان حالات میں خیرخواہی کی ذمہ داریاں عائد ہیں، جس کی نوعیتیں مختلف ہیں، چنانچہ عوام مندرجہ ذیل صورتوں پر عمل کر کے اپنے متاثرین بھائیوں کے ساتھ خیرخواہی کر سکتی ہے، وہ یہ کہ ان کو کھانے، پینے، پہننے اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی اشیاء مہیا کریں، اپنی ضرورت سے زائد مکانات اور رہائش گاہوں میں ان کو جگہ دیں، ان کو صاف پانی مہیا کرنے کے لیے فلٹر اور پلانٹ لگائیں، ان کے بچوں کی تعلیم کی ذمہ داری اُٹھائیں، ان کو موردِ گناہ ٹھہرانے کی بجائے ان کے حق میں دعاؤں کا اہتمام کریں۔

حواشی وحوالہ جات

۱: ترجمته في " معرفة الصحابةؓ لأبي نعيم: ۲/ ۵۹۱، الاستيعاب في معرفة الأصحابؓ لابن عبد البر: ۱/ ۲۳۶، تهذيب الكمال للمزي: ۴/ ۵۳۳.

۲: معرفة الصحابةؓ لأبي نعيم: ۲/ ۵۹۱، تحقيق: عادل بن يوسف العزازي، ط: دار الوطن-الرياض، الطبعة الأولى: ۱۴۱۹ھ.

۳: المعارف لابن قتيبة الدينوري، ص: ۲۹۲، جرير بن عبد الله البجلي رضي الله عنه، تحقيق: ثروت عكاشة،

ط: الهيئة المصرية العامة للكتاب، القاهرة، الطبعةالثانية، ١٩٩٢م.

٤: معرفة الصحابةؓ لأبي نعيم: ٥٩١/ ٢.

٥:المسندللإمام أحمد بن حنبل: ٥١٦/ ٣١، من حديث جرير بن عبد الله البجلي رضي الله عنه، رقم الحديث: ١٩١٨٠، تحقيق: شعيب الأرنؤوط وآخرون، ط: مؤسسة الرسالة، الطبعة الثانية، ١٤٢٠هـ.

٦:عمدة القاري لبدر الدين العيني: ٣٢٣/ ١، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: الدين النصيحة لله ولرسوله ولأئمة المسلمين، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت.

٧:حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني: ٢٠٥/ ٦، ط: دار الكتاب العربي بيروت،الطبعة الرابعة، ١٤٠٥هـ.

٨: المسندللإمام أحمد بن حنبل:٥٠٨/ ٣١،من حديث جرير بن عبد الله البجلي رضي الله عنه، رقم الحديث: ١٩١٧٣، تحقيق: شعيب الأرنؤوط وآخرون، ط: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الثانية، ١٤٢٠هـ.

٩: معجم الصحابة لابن قانع:١٤٨/ ١، تحقيق: صلاح بن سالم المصراتي، ط: مكتبة الغرباء الأثرية، سنة النشر:١٤١٨هـ.

١٠: البداية و النهاية لابن كثير:٩٢/ ٥، ط:دار إحياء التراث العربي، الطبعة الاولى: ١٤٠٨هـ

١١:المسندللإمام أحمد بن حنبل:٥٤٠/ ٣١، من حديث جرير بن عبد الله البجلي رضي الله عنه، رقم الحديث:١٩٢٠٤.

١٢: أسد الغابة لابن الأثير الجزري: ٢٠٨/ ٢، تحقيق: عادل أحمد الرفاعي، ط: دار إحياء التراث العربي – بيروت، سنة النشر:١٤١٧هـ.

١٣: الكامل في التاريخ لأبي الحسن علي بن أبي الكريم الشيباني:٢٦٩/ ٢، أسماء قضاته (إبي بكر صديق رضي الله عنه) وعماله وكتابه، تحقيق:عبد الله القاضي، ط: دار الكتب العلمية،١٤١٥هـ.

١٤: البداية والنهاية:٥٠/ ٧.

١٥: تاريخ اليعقوبي لأحمد بن أبي يعقوب:٧٤/ ٢، أيام عثمان بن عفان (رضي الله عنه)، تحقيق: عبد الأمير مهنا، ط:شركة الأعلمي للمطبوعات– بيروت، ١٤٣١هـ.

١٦: البدء والتاريخ للمطهر بن طاهر المقدسي:١٩٨/ ٥، مقتل يزدجرد، الناشر: مكتبة الثقافة الدينية.

١٧: أيضًا:٢١٧/ ٥، ذكر صفين.

١٨: مسند الشافعي، ص:٢٣٣، ط: دار الكتب العلمية، ١٤٠٠هـ.

١٩:الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم للحميدي: ١٩٥/ ١، ط:دار ابن حزم بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٢٣هـ.

٢٠:معرفة الصحابةؓ لأبي نعيم: ١٣٥/ ١.

٢١:المعجم الكبيرللطبراني:٣٣٤/ ٢، تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي، ط: مكتبة ابن تيمية القاهرة.

٢٢:شرح البخاري لابن بطال:١٣٢/ ١، تحقيق: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، ط: مكتبة الرشد– السعودية، ١٤٢٣هـ.

بچوں کا ’’نام‘‘ رکھنے کے احکام وآداب

مولوی حمزہ ظفر
متعلم تخصصِ علومِ حدیث، جامعہ

نام کسی بھی چیز کی شناخت کا اہم حصہ ہے۔ خاص کر انسان کی شناخت کا اہم حصہ اس کا نام ہی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے تمام چیزوں کے نام سکھلائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ’’وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ‘‘ کی تفسیر میں منقول ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام پر ان کی تمام اولادوں کے نام ایک ایک کر کے پیش کیے گئے تھے۔ (۱)

نام انسان کی شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ نام ہی وہ پہلا مظہر ہے جو کسی موسوم سے روشناس کراتا ہے۔ نام رابطے اور محبت وحسن وسلوک میں زینے کا کام دیتا ہے۔ نام انسان کو مختلف کیفیات سے دوچار کراتا ہے۔ نام اگر کسی خوبصورت چیز سے وابستہ ہو تو سرور حاصل ہوتا ہے۔ نام اگر قابلِ احترام ہستی سے وابستہ ہو تو سن کر دل ونگاہ عقیدت سے جھک جاتے ہیں۔ محبوب سے وابستہ ہو تو سن کر آتشِ شوق بھڑک اُٹھتی ہے۔ مکروہ یا بدصورت چیز سے وابستہ ہو تو انسان کی طبیعت مکدر ہوجاتی ہے۔ ڈراؤنی اور ہیبت ناک چیز سے وابستہ ہو تو دل پر خوف طاری ہوجاتا ہے۔ مخاطب اگر اپنے نام کا اسم بامسمّٰی ہو تو طبیعت خوش ہوتی ہے، اور اگر نام اپنے موصوف کی صفات کا عکس ہو تو حیرت ہوتی ہے۔ نام انسان کے مزاج میں تبدیلی لاتا ہے، اس کی عادات واطوار پر گہرا اثر مرتب کرتا ہے۔ اچھے اور عمدہ معانی والے نام انسان کو مثبت سوچ کا حامل بناتے ہیں، جبکہ بُرے نام انسان کو منفی سوچ میں ڈوبا رکھتے ہیں۔

زمانے مختلف گزرے ہیں، چاہے وہ قدیم یونان کا برج پرست زمانہ ہو، یا ہندوؤں کا دیومالائی ذہن، یا عربوں کا کہانت زدہ معاشرہ، یا مصر کا ساحرانہ ماحول، جدید دنیا کی ترقی یافتہ اقوام ہوں، یا ترقی پذیر ممالک، ہر ایک قوم نے اپنے اپنے انداز سے نام کی اہمیت کو محسوس کیا ہے۔ اور اس کے لیے مختلف طریقے بھی اپنائے ہیں:

کسی نے زائچے بنا کر لمحات، ساعات، اور ستاروں کی رفتار کو جانچا، پرکھا، تولا اور اس کے زیر اثر

مولود کا نام رکھا۔ کسی نے علم الاعداد کے حوالے سے سود وزیاں کو جانچا، سعد اور نحس کی گھڑیوں کی نسبت سے سوچا اور پھر نام رکھا۔ کسی نے اپنے مذہبی عقائد کے حوالے سے دیوی، دیوتاؤں، اور بتوں کی نسبت سوچ کر نام رکھا۔ کسی نے پیدائش کی ساعت، دن اور گھڑی، مہینے یا اس دن سے منسوب کسی واقعہ سے نام منسوب کردیا۔ غرض ہر ایک نے اپنے اپنے طریقے سے نام رکھنے کا رواج بنایا۔ (۲)

صحرائے عرب میں طلوعِ اسلام سے قبل جہاں بہت ساری بیماریاں تھیں، وہیں ایک بات ان میں یہ بھی تھی کہ وہ اپنے بچوں کے نام رکھنے میں کسی احسن طریقے کے قائل نہ تھے۔ ایسے نام جن کے معانی خوبصورت ہوں، اور انہیں سن کر مخاطب لطف اندوز ہو، ایسے ناموں کو وہ ناپسند کرتے تھے، بلکہ اس کے اُلٹ وہ نام جن کو سن کر انسان پر ہیبت طاری ہو، جنہیں سن کر ذہن سختی، مشکل، کھردرے پن، صعوبت، لرزہ اور رعب ودبدبہ والی کیفیت سوچنے لگے، ایسے نام انہیں بھاتے تھے۔

علامہ ابن دُریدؒ (متوفی: ۳۲۱ھ) جو کہ لغت اور اسماء ومعانی کے ایک بڑے اور مسلم امام مانے جاتے ہیں، وہ اپنی کتاب ’’الاشتقاق‘‘ میں یوں فرماتے ہیں: ’’اپنے بچوں اور غلاموں کا نام تجویز کرنے میں عربوں کا اپنا ہی ایک طریقہ تھا، لہٰذا کبھی تو یہ ہوتا کہ دشمن پر غلبہ پانے کے لیے وہ نیک فالی کے طور پر اپنے بچوں کا وہ نام رکھتے تھے جن میں غلبہ کا معنیٰ شامل ہو، جیسے کہ: غَالِب، غَلَّاب، ظَالِم، عَارِم، وغیرہ۔ کبھی دشمنوں کو دھمکانے کے لیے وہ درندوں کے نام رکھتے تھے، جیسے: اَسَد، لَیْث، ذِئب، ضِرْغَام وغیرہ، کبھی نیک فالی کے طور پر سخت اور کھردری چیزوں کے نام رکھتے تھے، جیسے کہ: حَجَرْ، حَجَیر، صَخْر، فَهْر وغیرہ۔ یا پھر کانٹے دار درختوں یا پودوں کے نام پر نام رکھتے تھے۔ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ آدمی گھر سے نکلتا تھا اور جو چیز سب سے پہلے اسے نظر آتی، اس کے نام پر نام رکھ دیا جاتا تھا، جیسے: ثَعْلَبْ، ثَعْلَبَة، ضَب، کَلب، حِمار، قِرد وغیرہ، یا پہلا پرندہ جو نظر آجائے، اس کے نام پر نام رکھ دیتے تھے، جیسے کہ: غُرَاب، صِرْدْ وغیرہ۔ علامہ ابن دریدؒ فرماتے ہیں کہ: عتبیؒ سے کسی نے کہا کہ یہ عربوں کی کیا عادت ہے کہ اپنے بچوں کے نام نہایت ہی قبیح رکھتے ہیں، جبکہ اپنے غلاموں کے نام اچھے رکھتے ہیں؟ عتبیؒ نے کہا: کیوں کہ انہوں نے اپنے بچوں کے نام اپنے دشمنوں کے لیے، جبکہ غلاموں کے نام اپنے لیے رکھے ہیں۔‘‘ (۳)

نام اور تعلیماتِ نبوی

آنحضرت ﷺ نے اچھے نام رکھنے کا حکم فرمایا ہے اور برے ناموں سے منع فرمایا ہے۔ اس حوالے سے آپ ﷺ کے کئی ارشادو واقعات احادیثِ کتب میں مذکور ہیں، چنانچہ شعب بیہقی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى وَالِدِهِ اَنْ يُّحْسِنَ اسْمَهٗ.‘‘ (۴)

ترجمہ: ’’باپ پر بچہ کا حق ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے۔‘‘

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ کے ہاں تمہارے ناموں میں سے سب سے پسندیدہ نام ’’عبداللہ‘‘ اور ’’عبدالرحمٰن‘‘ ہیں۔‘‘(۵)

ناموں کی تبدیلی

مختلف وجوہات کی بنا پر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے نام تبدیل فرمائے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ’’آپ ﷺ قبیح ناموں کو تبدیل فرمادیا کرتے تھے۔‘‘(۶) ایک موقع پر ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ نے سنا کہ ان میں سے ایک شخص (جو اس حدیث کے راوی ہیں) کو لوگ ابوالحکم کی کنیت سے پکار رہے ہیں، تو آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا: اللہ ہی حَکم (انصاف کے ساتھ صحیح فیصلے کرنے والا) ہے اور اسی کی طرف سے ہی تمام فیصلے قرار پاتے ہیں، تو تمہاری کنیت ابوالحکم کیوں ہے؟ تو انہوں نے کہا: میری قوم میں جب بھی کوئی اختلاف ہوتا ہے تو وہ میرے پاس آتے ہیں، پس میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں، تو دونوں فریقین راضی ہوجاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو بہت اچھی بات ہے، لیکن کیا آپ کی کوئی اولاد نہیں؟ کہا: میرے تین بیٹے ہیں: شُرَیح، مسلم اور عبداللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے بڑا کون ہے؟ کہا: شریح۔ فرمایا: پس اب آپ کی کنیت ابوشریح ہے۔‘‘(۷) یہاں صحابیِ رسول کا نام ایسا تھا جو صفاتِ باری تعالیٰ میں سے تھا، اس لیے آپ ﷺ نے وہ نام تبدیل فرمایا۔ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پہلے میرا نام بَرّۃ تھا، آپ ﷺ نے نام تبدیل فرما کر زینب رکھ دیا۔(۸) کیوں کہ اس نام (برۃ) میں اپنے نفس کا تزکیہ تھا۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی مواقع پر آپ ﷺ نے نام تبدیل فرمائے ہیں، چنانچہ آپ نے عاصیہ (نافرمانی کرنے والی) کو بدل کر جمیلۃ (خوبصورت)(۹)، اَصْرَمْ (کٹے ہوئے) کو بدل کر زرعۃ (کھیتی)(۱۰)، حَزَنٌ (غم و پریشانی) کو بدل کر سَہْل (سہولت و نرمی)(۱۱) نام تجویز فرمایا۔

ناموں کے علاوہ آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر کئی چیزوں کے نام تبدیل فرمائے۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں:

’’وَغَيَّرَ النَّبِيُّ ﷺ اسْمَ الْعَاصِ، وَعَزِيزٍ، وَعَتَلَةَ، وَشَيْطَانٍ، وَالْحَكَمِ، وَغُرَابٍ، وَحُبَابٍ، وَشِهَابٍ، فَسَمَّاهُ هِشَامًا، وَسَمّٰى حَرْبًا: سَلْمًا، وَسَمّٰى الْمُضْطَجِعَ: الْمُنْبَعِثَ، وَأَرْضًا تُسَمّٰى عَفِرَةَ (۱۲) سَمَّاهَا خَضِرَةَ، وَشِعْبَ الضَّلَالَةِ سَمَّاهُ شِعْبَ الْهُدٰى، وَبَنُو الزِّنْيَةِ سَمَّاهُمْ بَنِي الرِّشْدَةِ، وَسَمّٰى بَنِيْ مُغْوِيَةَ: بَنِيْ رِشْدَةَ.‘‘(۱۳)

ترجمہ: ’’اور آپ ﷺ نے عاص (نافرمانی کرنے والا)، عزیز (غالب/ اللہ کی صفت)،

عتلة (سختی اور شدت)، شیطان (ابلیس مردود)، حکم (فیصلہ کرنے والا/ اللہ کی صفت)، غراب (کوا، خبیث پرندہ)، حباب (شیطان کا نام) جیسے نام تبدیل فرمائے۔ اسی طرح شہاب (شعلہ، چنگاری) نام تبدیل فرما کر ھشام (فیاضی وسخاوت) رکھا۔ اور حرب (جنگ) کو تبدیل کر کے سلم (صلح وسلامتی) نام رکھا۔ اور مضطجع (لیٹنے والا) کو بدل کر منبعث (اٹھنے والا) رکھا۔ اسی طرح ایک زمین جو عفرۃ (بنجر زمین) کہہ کر پکاری جاتی تھی اس کا نام خضرۃ (سرسبز وشاداب) رکھا، اور شعب الضلالة (گمراہی کی گھاٹی) کو بدل کر شعب الھدیٰ (رہنمائی کی گھاٹی) رکھا۔ اسی طرح بنو الزِنیة (زنا کی اولاد) کو بدل کر بنو الرِّشدۃ (بھلائی والے) کیا۔ اور بنو مُغویۃ (گمراہی والے) کو بدل کر بنو رِشدۃ کیا۔"

ناموں کے متعدی اثرات

نام کا اثر صرف انسان پر ہی نہیں پڑتا، بلکہ خطوں اور زمینوں، علاقوں اور قبیلوں پر بھی پڑتا ہے۔ اس کے خاندان، اس کی جائے رہائش، اس کے اردگرد کے ماحول سبھی پر پڑتا ہے۔ مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیبؒ اپنے والد سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: ان کے والد (یعنی سعید بن المسیبؒ کے دادا) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے ان سے ان کا نام دریافت فرمایا، انہوں نے کہا: میرا نام حَزن (غم و پریشانی) ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو بدل کر فرمایا کہ آپ کا نام حزن کے بجائے سھل (سہولت ونرمی) ہے۔ انہوں نے کہا: جو نام مجھے میرے والد نے دیا ہے اسے میں تبدیل نہیں کروں گا۔

حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں: "اس نام کا اثر بعد میں مزاج کی سختی کی صورت میں ظاہر ہوا کہ ہمارا مزاج سخت رہا۔" (۱۴)

اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے ایک اونٹنی کے دودھ دوہنے کا اعلان فرمایا کہ کون اس کا دودھ دوہے گا؟ ایک صحابیؓ کھڑے ہوئے اور کہا: میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ کہا: مُرَّۃ (کڑوا)، تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ آپ ﷺ نے پھر اعلان فرمایا: کون اس کا دودھ دوہے گا؟ پھر ایک صحابیؓ کھڑے ہوئے اور کہا: میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ کہا: حَرْب (جنگ)، تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ آپ ﷺ نے پھر اعلان فرمایا: کون اس کا دودھ دوہے گا؟ پھر ایک صحابیؓ کھڑے ہوئے اور کہا: میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ کہا: یَعِیْش (زندہ رہنے والا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ دودھ دوہیں۔ (۱۵)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ ﷺ کی طرح اچھے ناموں پر خوش، جبکہ برے ناموں کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ موطا کی ایک روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ امام مالکؒ روایت نقل کرتے ہیں کہ:

’’اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِرَجُلٍ: مَا اسْمُکَ؟ فَقَالَ: جَمْرَۃُ. قَالَ: ابْنُ مَنْ؟ قَالَ: ابْنُ شِهَابٍ. قَالَ: مِمَّنْ؟ قَالَ: مِنَ الْحُرَقَةِ. قَالَ: اَيْنَ مَسْكَنُكَ؟ قَالَ: بِحَرَّةِ النَّارِ. قَالَ: بِاَيِّهَا؟ قَالَ: بِذَاتِ لَظٰی. قَالَ عُمَرُ: اَدْرِكْ اَهْلَكَ فَقَدِ احْتَرَقُوْا. قَالَ: فَكَانَ كَمَا قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ.‘‘(۱۶)

ترجمہ: ’’حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: جمرۃ (آگ کا انگارہ)، آپؓ نے فرمایا: کس کے بیٹے ہو؟ کہا: شہاب (آگ کا شعلہ) کا، آپؓ نے فرمایا: وہ کس کا بیٹا ہے؟ کہا: حرقۃ (آگ کا جلایا ہوا) کا، آپؓ نے فرمایا: کہاں رہتے ہو؟ کہا: حرۃ النار (آگ کا علاقہ) میں، آپؓ نے فرمایا: کس وادی میں؟ کہا: ذات لظی (شعلے والی) میں۔ آپ نے فرمایا: اپنے گھر والوں کی خبر لو، وہ سب جل چکے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: ایسا ہی ہوا، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔‘‘

ناموں سے نیک فالی اور بدفالی

دینِ اسلام کے معلم اعلیٰ نے نام کا تعلق تقدیر سے جوڑا، نہ ہی اچھے برے اعمال کو مطلقاً نام کے تابع قرار دیا، البتہ انسان کی اس اکلوتی پہچان کو عزت اور خوبیِ فکر کا لباس ضرور بخشا، تاکہ کہیں ذم کا پہلو لیے ہوئے نام کی بنا پر سرِعام کسی فرد کی رسوائی نہ ہوجائے۔ تجربہ گواہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ صفت ودیعت فرمائی ہے کہ وہ ہر اچھے اور پسندیدہ نام کو چاہتا ہے۔ آدمی تو آدمی؛ اچھی چیزوں کے ناموں کو بھی یہی تاثیر ملی ہے۔ آم کا تصور کرتے ہی منہ میں ذائقہ بھرنے لگتا ہے، جبکہ کریلے کا تصور ہی انسان کو کڑوا کردیتا ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی کے مطلعِ اول، افضل البشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسان کی اس کیفیت کو جانتے تھے۔ آپ خود بھی اچھے نام سے اچھا تصور لیتے تھے، چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے فال نہیں لیتے تھے، لیکن جب کسی خاص شخص کو کسی خاص مہم پر روانہ فرماتے تو اس کا نام دریافت فرماتے، نام اچھا ہوتا تو خوش ہوتے، اور وہ خوشی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر دیکھی جاتی تھی، اور اگر نام اچھا نہ ہوتا تو اس کی کراہیت کے آثار چہرۂ مبارک پر نظر آنے لگتے۔‘‘(۱۷)

اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کفار کی طرف سے مختلف سفیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، لیکن بات نہ بنی، اتنے میں حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ (جو اَب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) قریش کی طرف سے تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ’’قَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُم.‘‘(۱۸) یعنی اب تم پر معاملہ آسان ہوگیا۔ اور ایسا ہی ہوا۔

نام اور مقصدیت

انسان کے ہر فعل کے پیچھے کوئی مقصد کارفرما ہوتا ہے۔ مقصد جتنا عظیم ہو، اس کے لیے اتنی ہی عظیم منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ کسی عمارت کا نقشہ ہمیشہ اس کے مقاصد کو سامنے رکھ کر بنایا جاتا ہے، اور پھر اسی مجموعۂ مقاصد کو کسی ایک نام میں سمو کر عمارت کو مجوزہ نام سے موسوم کردیا جاتا ہے۔ دیگر مذاہب واقوام اس معاملے کو کتنا سنجیدہ یا غیر سنجیدہ لیں، یا انہیں اس سلسلے میں رہنمائی کی گئی ہے یا نہیں، اس سے قطع نظر اسلام نے اس معاملہ میں ہماری مکمل رہنمائی کی ہے۔ نام اپنے مسمیٰ کا پرتو ہوتا ہے، جس شخصیت کے نام پر نام رکھا جاتا ہے، اس کے اثرات بچہ پر پڑتے ہیں، اسی لیے خاتم الانبیاء ﷺ نے اس بارے میں اُمت کی رہنمائی فرمائی، چنانچہ کہیں فرمایا کہ:

’’إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَسْمَائِكُمْ وَاَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَاءَكُمْ.‘‘(۱۹)

ترجمہ: ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تم لوگ قیامت کے دن اپنے اور اپنے آباء واجداد کے ناموں سے پکارے جاؤ گے، لہٰذا تم اچھے نام رکھو۔‘‘

ایک جگہ ارشاد فرمایا: ’’تَسَمَّوْا بِاَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ.‘‘(۲۰)

ترجمہ: ’’تم انبیائے کرام (علیہم السلام) والے نام رکھا کرو۔‘‘

موجودہ نام اور خرابیاں

آج کل لوگوں میں بچوں کے ناموں کے سلسلے میں ایک بیماری پیدا ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے ناموں میں بڑی خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے تمام بچوں اور بچیوں کے ناموں میں یکسانیت ہو، سب کا نام ہم وزن ہو، حالانکہ یہ التزام غیر ضروری ہے، بسا اوقات یہ ترتیب بڑی بھونڈی معنویت پیدا کردیتی ہے۔ ایک خرابی یہ بھی ہے کہ یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ نام قرآن مجید میں مذکور ہونا چاہیے، چاہے اس کا معنی کچھ بھی ہو، بلکہ کبھی ایسا نام رکھا جاتا ہے جس کا کوئی معنی ہی نہیں بنتا، چنانچہ دیکھنے میں آیا ہے ایک بچی کا نام ’’أَنْعَمْتَ‘‘ رکھ دیا، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ میں یہ نام موجود ہے۔ اسی طرح ایک بچہ کا نام ’’لَنْ تَنَال‘‘، ایک بچی کا نام ’’اَسَاوِر‘‘ (بمعنی کنگن) دیکھا گیا۔ اس طرح کی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔

اس لیے بچوں کے نام بہت سوچ سمجھ کر اہلِ علم سے مشورے کے بعد رکھنے چاہئیں، کیونکہ ناموں اور کسی بھی قوم کی تہذیب وتمدن کے درمیان گہرا رشتہ ہوتا ہے۔ ناموں میں غلطیوں کی وجہ سے اور غیروں کی تقلید کی وجہ سے مسلم بچوں کے اخلاق خراب ہورہے ہیں اور بچے دین سے دور جارہے ہیں۔ اس کا سب سے بہترین اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب بچہ یا بچی پیدا ہو تو اس کو کسی نیک، متبعِ سنت بزرگ کے پاس لے کر جائے، اور

اس سے بچے کے حق میں دعائے برکت کی اور نام رکھنے کی درخواست کرے، تاکہ بچہ پر اچھا اثر پڑے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

حوالہ جات

١ :تفسير ابن أبي حاتم: ٨٠/ ١، طبع: مكتبة عصرية

٢ :نام اور القاب، تالیف: مسعود عبدہ، ص: ۱۲، مطبوعہ: مشربہ علم وحکمت۔

٣ :كتاب الاشتقاق، علامه ابن دُريدؒ (٣٢١هـ)، ص: ٥، مطبوعة: دار الخيل، بيروت.

٤ :شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث: ٨٦٦٧.

٥ :صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب: النهي عن التكني بأبي القاسم، رقم الحديث: ٢١٣٢.

٦ :سنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء في تغيير الأسماء، رقم الحديث: ٢٨٣٩.

٧ :سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تغيير اسم القبيح، رقم الحديث: ٤٩٥٥.

٨ :صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن، رقم الحديث: ٢١٤٢.

٩ :سنن أبي داود، كتاب الأدب، رقم الحديث: ٤٩٥٢.

١٠ :سنن أبي داود، كتاب الأدب، رقم الحديث: ٤٩٥٤.

١١ :سنن أبي داود، كتاب الأدب، رقم الحديث: ٤٩٥٦.

١٢ :ایک روایت میں (عَقِرَة) کا لفظ بھی آیا ہے۔

١٣ :سنن أبي داود، كتاب الأدب، رقم الحديث: ٤٩٥٦.

١٤ :صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب اسم الحزن، رقم الحديث: ٦١٩٠.

١٥ :موطأ مالك، كتاب الاستيذان، باب ما يكره من الأسماء.

١٦ :موطأ مالك، كتاب الاستيذان، باب ما يكره من الأسماء.

١٧ :سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في الطيرة، رقم الحديث: ٣٩٢٠.

١٨ :صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد، رقم الحديث: ٢٧٣٣.

١٩ :سنن أبي داود، باب في تغيير الأسماء، رقم الحديث: ٤٩٤٨.

٢٠ :سنن أبي داود، باب في تغيير الأسماء، رقم الحديث: ٤٩٥٠.

نسخۂ کیمیا: اُسوۂ اعترافِ خطا و قصور

جناب محمد شعیب احمد
مدرس کنکورڈیا کالج، ساہیوال

اعترافِ خطا و قصور کا اُسوۂ آدم علیہ السلام

نسلِ انسانی کا آغاز جس ہستی سے ہوا وہ ہستی انسانِ اول نبیِ اول تھی۔ آغازِ سفرِ نسلِ انسانی پوری روشنی اور نور میں (In Complete Light) ہوا۔

" This Human Voyage is from Light towards Darkness not otherwise."

''إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ'' کے جواب میں جب سب سماوات اور ارض وجبال بھی ''ناں'' کہہ چکے تھے تو اسی ''ظَلُوْمًا جَهُوْلًا'' انسان نے اس امانت کا بار اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھانے کے لیے ''ہاں'' کہہ ڈالا تھا:

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

انسان ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کی تخلیق اپنے ہاتھوں سے کی اور اس خاکی پتلے میں ''وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ'' سے حیات پھونکی۔ اسے ''عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا'' سے مزیّن کر کے ملائکہ کے سامنے پیش کیا اور ملائکہ سے علمِ اسماء کے متعلق استفسار کیا۔ جواب سے عاجز ملائکہ ''لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا'' کہہ کر عدمِ علم کے معترف ہوئے تو آدم علیہ السلام نے وہ بتایا جو انہیں ''الْعَلِيْم'' نے سکھایا تھا۔ ملائکہ کو سجدہ ریزی کا حکم صادر ہوا، سب سجدہ ریز ہوئے ''إِلَّا إِبْلِيْسَ'' خلافتِ ارضی کے لیے چُنیدہ آدم علیہ السلام سے خطائے اجتہادی ہوئی اور جنت سے خروج ہوا۔

حکمِ ''ھبط'' آدم کو بھی ملا اور ابلیس کو بھی، لیکن آدمؑ کو ملا ''خَلِيْفَةُ اللهِ فِي الْأَرْضِ'' اور ''كَرَّمْنَا بَنِيْ

آدَمَ ‘‘ جیسی عظمتوں کے ساتھ اور ابلیس کو ملا ’’لَعۡنَتِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلدِّينِ‘‘ اور ’’إِنَّكَ رَجِيمٌ‘‘ کی ذلتوں کے ساتھ، یعنی آدم اُترے ’’خلافتِ ارضی‘‘ اور ’’تکریم‘‘ کے ساتھ، اور ابلیس اُترا ’’لعنتِ ابدی‘‘ اور ’’رجیمیّت‘‘ کے ساتھ۔

ایک خطا آدمؑ کی اور ایک خطا ابلیس کی۔ صدورِ نفسِ خطا میں دونوں ظاہراً مشترک، نا کہ حقیقتاً۔ لیکن ایک کو اجتبائیت اور کرمیت سے نوازا گیا اور ایک کو لعنت کا مژدہ سنایا گیا۔

اُس کا سبب سوائے اس کے کیا تھا کہ ’’آدم‘‘ کا ’’آدمی طرزِ عمل‘‘ تھا یعنی اعترافِ قصور، جس کا اظہار کیا ’’رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ أَنفُسَنَا‘‘ کہہ کر اور ’’ابلیس‘‘ کا ’’ابلیسی طرزِ عمل‘‘ تھا، جس کا اظہار کیا ’’أَنَا۠ خَيۡرٌ مِّنۡهُ‘‘ کہہ کر۔ ایک تو عدمِ اعترافِ قصور اور اس پر مستزاد یہ کہ ’’أَبَىٰ وَٱسۡتَكۡبَرَ‘‘ کے بعد مصداق بنا ’’ایک کریلا اور دوسرا نیم چڑھا‘‘ کا۔ ایک راہِ محبوبیتِ الٰہیہ ہے اور ایک راہِ مغضوبیتِ الٰہیہ۔

خطائے آدم پر تو انسان کی نگاہ جاتی ہے، لیکن اُس سے آگے نہیں بڑھ پاتی، جہاں حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ: ’’عَصَىٰٓ ءَادَمُ رَبَّهُۥ فَغَوَىٰ‘‘ اس سے اگلی آیت میں یہ بھی تو فرمایا ہے کہ ’’ثُمَّ ٱجۡتَبَٰهُ رَبُّهُۥ فَتَابَ عَلَيۡهِ وَهَدَىٰ۔‘‘

دیکھیے! حق تعالیٰ معصیتِ آدم کے بعد اجتبائیتِ آدم کا ذکر فرما رہے ہیں اور فسقِ ابلیس کے بعد رجیمیتِ ابلیس کا ذکر فرما رہے ہیں۔ ’’عَصَىٰ‘‘ اور ’’غَوَىٰ‘‘ تو بنی آدم کے خمیر میں ہے، لیکن اجتبائیت کی راہ ’’عَصَىٰ‘‘ اور ’’غَوَىٰ‘‘ کو کچلنے سے نہیں، بلکہ ’’رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ أَنفُسَنَا‘‘ کے اعتراف سے کھلتی ہے، اور رجیمیت کی راہ ’’أَنَا۠ خَيۡرٌ مِّنۡهُ‘‘ اور ’’أَبَىٰ وَٱسۡتَكۡبَرَ‘‘ سے ہموار ہوتی ہے۔

اگرچہ خطاً تو دونوں مشترک ہیں تو کون سی ایسی بات ہے جس کی بدولت دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے؟ وہ بات ہی اصلِ بندگی ہے۔ وہی کیمیا ہے قلوب کی، وہی نسخۂ جراحتِ دل ہے۔

وہ ’’کیمیا‘‘، وہ ’’نسخہ‘‘ ہے اعترافِ قصور، اعترافِ ذنوب، اعترافِ نقص، اعترافِ تقصیر اور اعترافِ خطا کا۔

دیکھیے! حق تعالیٰ نے فرعون کے لیے ’’إِنَّهُۥ طَغَىٰ‘‘ فرمایا، اور آدم علیہ السلام کے لیے ’’فَغَوَىٰ‘‘۔ وہاں ’’فَغَوَىٰ‘‘ کے بعد ’’اجتبائیت‘‘ ہے، لیکن اُس کے بیچ اعترافِ قصور وذنوب بھی ہے، جو سبب ہے اجتبائیت کا۔ اور فرعون کے معاملہ میں ’’طَغَىٰ‘‘ ہی ’’طَغَىٰ‘‘ ہے، بیچ میں کہیں اعترافِ قصور وذنوب نام کو بھی نہیں ہے، اسی لیے ’’اجتبائیت‘‘ کی جگہ ’’غرقیت‘‘ ہے۔ جہاں تک معصیت کا تعلق ہے تو ذوقِ معصیت تو انسان کے خمیر میں ہے، جس کا اظہار ’’كُلُّهُمْ خَطَّاؤُنَ‘‘ کہہ کر کر دیا گیا، تو مسئلۂ بنی آدم ’’خطا‘‘ نہیں، ’’قصور‘‘ نہیں، بلکہ عدمِ اعترافِ خطا وقصور ہے۔ خطائیں تو ہم سے ہوتی ہی رہیں گی تو اعترافِ خطا وقصور کرکے ہم کیوں ناں حق تعالیٰ

کے ہاں اجتبائیت اور محبوبیت کا درجہ پالیں؟!

آج بھی حق تعالیٰ وہی کے وہی ہیں، وہ بدلے نہیں ہیں: ''لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلًا'' کا وعدۂ الٰہی ہے، جس کا تخلّف محال ہے۔

اعترافِ خطا وقصور کا اُسوۂ محمدی (ﷺ)

اسی اعترافِ قصور اور مغفرت طلبی کا درسِ عملی حاملِ علم الاولین والآخرین ﷺ نے دیا۔

رحمٰن کے سامنے دن میں ستر ستر مرتبہ، سو سو مرتبہ استغفار کا، اعترافِ قصور و ذنوب کے ساتھ مغفرت طلبی کا جس ہستی نے مستقل وظیفہ رکھا، وہ وہی تو ہیں جن کے لیے ''لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ'' کا مژدۂ راحت فزا اُتارا گیا، جو معصوم عن الخطا اور شفیع المذنبین ہیں۔

انسان کے سامنے اعترافِ خطا کا اسوۂ محمدی (ﷺ) کہ: ''آج بدلہ لے لو، کسی کا مالی یا بدنی جو بھی دَین میرے ذمہ ہے لے لو، میں اپنے اللہ کے پاس کوئی بوجھ لے کر نہیں جانا چاہتا۔'' یہ کہنے والے وہ ہیں جو ''وَمَا يَفْعَلُ عَنِ الْهَوٰى'' تو درکنار ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى'' کی سند پائے ہوئے ہیں۔ وہ ہستی جو قاسمِ نعمائے ظاہری و باطنی ہے، برزخِ کبریٰ ہے، ''وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ'' جیسے منصبِ جلیلہ وعظیمہ پر فائز ہے، اُس ''سِرَاجًا مُّنِيْرًا'' اور ''نُوْرٌ مُّبِيْنٌ'' نے کیسا درسِ عملی دیا۔ محض درسِ قولی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ درسِ عملی سے اس عمل کی اہمیت کو قلوب میں کس قدر جاگزیں کر دیا۔ اسی رنگِ محمدی کو صحابہؓ نے کیسا جذب کیا اور اُن کی حیاتِ طیبہ ومطہرہ سے کس قدر یہ رنگِ اعترافِ قصور و ذنوب حق تعالیٰ کے سامنے بھی اور مخلوق کے سامنے بھی منعکس ہوا اور منعکس ہوتا چلا جا رہا ہے۔ پہلے عملِ انجذاب ہوا اور پھر عملِ انعکاس جاری ہے۔

دلِ بیدار فاروقی دلِ بیدار کرّاری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دِل کی بیداری

''وحیِ رب'' یا ''وحیِ مغرب''!

آج کا مسلمان بھی اگر اس روشِ آدم اور اُسوۂ محمدی (ﷺ) کو اختیار کر لے تو فلاحِ حقیقی، طمانیت و بردِ قلبی، حیاتِ طیبہ، حُریّتِ کاملہ (Total Freedom)، اجتبائیتِ الٰہیہ اور محبوبیتِ الٰہیہ کو پالے گا، لیکن آج مسلمانوں نے جو راہ اختیار کر لی ہے، اُس راہ پر آگے بڑھنے والا ہر قدم اُنہیں راہِ صواب سے دُور کرنے والا ہے اور مغربیت کے غلبہ کی وجہ سے وہ ''وحیِ رب'' کی بجائے ''وحیِ مغرب'' کے منتظر رہتے ہیں اور ''تجلیاتِ مغرب'' نے ان کی آنکھوں کو اس قدر خیرہ کر دیا ہے کہ ''تجلیاتِ رب'' ان سے اوجھل ہو گئی ہیں اور ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

اقبالی تشخیصِ مرض بھی سنیے:

ہر دل مئے خیال کی مستی سے چور ہے
کچھ اور آج کل کے کلیموں کا طور ہے

اور علاجی تجویز ’’علاج آتشِ رومی کے سوز میں ہے تیرا‘‘ پر بھی کان دھریے، کیونکہ ’’مئے مغرب‘‘ نے ’’دل کے ہنگامے‘‘ خاموش کردیئے ہیں۔ ان ہنگاموں کو پھر سے بیدار کرنے کے لیے ہم ساقیِ ازل سے ملتجی ہیں کہ ’’لا ساقی شرابِ خانہ ساز!‘‘

فلسفیوں اور سائنسدانوں کی تعلیمات پر ’’ایمان بالغیب‘‘!

آج ان فلسفیوں اور سائنسدانوں کی جانب سے آنے والی باتوں پر ’’ایمان بالغیب‘‘ لانا ایک فخریہ طرزِ عمل ٹھہرایا جارہا ہے، اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی باتوں پر ’’ایمان بالغیب‘‘ کو دقیانوسیت اور Backwardness کہا جارہا ہے۔ سوائے اس کے کیا کہوں کہ:

وحشت میں ہر اِک نقشہ اُلٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

رینے گینوں Rene Geunon نے تو ان مغرب زدہ فلسفیوں کو، جن کے اوہامِ باطلہ پر صرف ’’ایمان بالغیب‘‘ ہی نہیں لایا جارہا ہے، بلکہ اُس کی برملا تبلیغ بھی کی جارہی ہے‘ عقلی چندھے پن Intellectual Myopia کا شکار کہا تھا اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ عقلی موتیا نہیں، بلکہ یہ Intellectual blindness کا شکار ہیں اور حق تعالیٰ نے ایسوں ہی کو ’’قَوْمًا عَمِیْنَ‘‘ فرمایا ہے۔

ایک طرف آج کے مسلمانوں کی حالت ہے، اور ایک وہ تھے جنہوں نے غلامیِ رسول ﷺ میں کبھی قیصر وکسریٰ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالی تھیں اور اپنی درویشی سے ان کی سلطانی کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اُن پاکیزہ نفوس اور انقلابیوں کو جو کچھ حاصل ہوا تھا‘ وہ متابعتِ رسول ﷺ کے نتیجے میں حاصل ہوا تھا اور ہم سے جو کچھ چھین لیا گیا وُہ عدمِ مُتابعتِ رسول ﷺ کی وجہ سے چھین لیا گیا۔ حق تعالیٰ تک جانے والے سارے راستے مسدود ہیں اور اگر کوئی راستہ جاتا ہے تو درِ مُحمدی ﷺ سے گزر کر جاتا ہے۔

تُو اے مولائے یثرب! آپ میری چارہ سازی کر
مِری دانش ہے افرنگی مِرا ایماں ہے زُناری

آیئے! ہم مل کر حق تعالیٰ سے حق کو حق اور باطل کو باطل دکھانے کی بھیک مانگیں۔

اللّٰھم أرنا الحق حقًا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلًا وارزقنا اجتنابه

کرپٹوکرنسی، این ایف ٹی، اور بلاک چین

تعارف، مغالطے، شرعی نقطۂ نظر اور ہماری ذمہ داری

جناب ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی
لیکچرر کمپیوٹر سائنس ڈیپارٹمنٹ
کارک انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (سی آئی ٹی) آئرلینڈ

(دوسری قسط)

تصویر نمبر ۳: بلاک چین کے نظام میں پیسے بھیجنے کا طریقہ کار

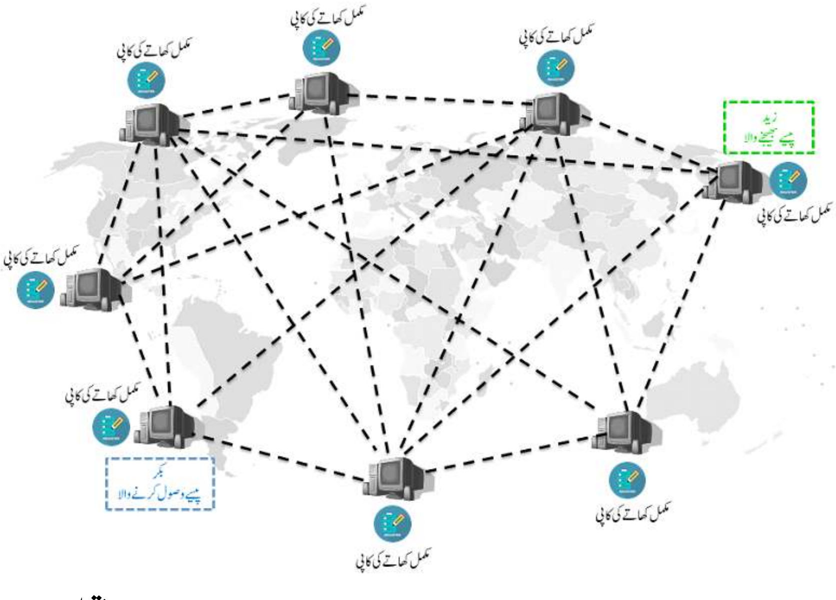

تصویر نمبر ۳ کے اندر بلاک چین کے ذریعے سے زید اور بکر کے درمیان پیسوں کی منتقلی کو دکھایا جارہا ہے۔ اس تصویر میں آپ یہ دیکھ سکتے ہیں کہ درمیان میں کوئی بھی حکومت یا سینٹرل بینک موجود نہیں ہے۔ اب جبکہ زید نے بکر کو پیسوں کی منتقلی کرنی ہے تو کوئی بھی گارنٹی دینے والا موجود نہیں ہے۔ تو اس طریقے سے پیسوں کی منتقلی کو ممکن بنانے کے لیے بلاک چین کا نظام قائم کیا گیا ہے۔ اس نظام کے تحت ہر کمپیوٹر کے پاس کھاتے کی مکمل کاپی موجود ہوگی۔ اب اس بلاک چین کے نظام کے تحت جب زید بکر کو پیسے بھیجے گا تو زید اپنے کھاتے میں

اس کا اندراج کرلے گا کہ ۱۰۰۰ روپے اس کے کھاتے سے نکل گئے ہیں اور بکر کے نام کے آگے اندراج کرلے گا کہ اب بکر کے پاس ۱۰۰۰ روپے موجود ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس مکمل کھاتے کی کاپی تو دنیا میں ہر کمپیوٹر کے پاس موجود ہے تو وہ سارے کمپیوٹر کیسے اپنے کھاتوں کو اپ ڈیٹ کریں گے کہ زید نے بکر کو ۱۰۰۰ روپے بھیجے ہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ جب ہر کسی کے پاس مکمل کھاتے کی کاپی موجود ہے تو ہر کوئی جو چاہے اپنے کھاتے میں لکھ دے کہ اس کے پاس اتنے پیسے موجود ہیں۔ تو اب کیسے یہ بھروسہ قائم ہوگا؟ اور کیسے کھاتوں میں صحیح اندراج ہوگا؟ اس کے لیے بلاک چین کے اندر مائننگ Mining کے طریقہ کار کو واضح کیا گیا ہے۔

جب زید نے بکر کو ۱۰۰۰ روپے بھیجے تو یہ ایک ٹرانزیکشن کہلائے گی۔ اب یہ ٹرانزیکشن میم پول Mempool میں رکھ لی جائے گی۔ اسی طریقے سے کافی سارے لوگ باہم ٹرانزیکشن کریں گے اور وہ سب بھی میم پول کے اندر جمع ہوتی رہیں گی۔ پھر کوئی بھی کمپیوٹر جو کہ بلاک چین نیٹ ورک کا حصہ ہو، دنیا کے کسی بھی حصہ سے مائننگ پراسس میں حصہ لے گا اور ان تمام ٹرانزیکشن کو جمع کرے گا اور ریاضی کا ایک مسئلہ حل کرنے کی کوشش کرے گا جس کو ہم کرپٹوگرافک پزل Cryptographic Puzzle کا نام دیتے ہیں۔ اس مائننگ پراسس کے اندر پروف آف ورک (PoW Proof of Work) نامی الگورتھم کام کرتا ہے جو کہ ایک Consensus پروٹوکول ہے، جو کہ اتفاقِ رائے قائم کرنے کے لیے بنایا گیا ہے یا آسان الفاظ میں اس کی مدد سے بلاک چین میں شامل تمام کمپیوٹرز باہمی اتفاق سے کھاتے کے اندر نئی ٹرانزیکشن کا اندراج کرتے ہیں۔

یہاں پر یہ بات ذہن میں رہے کہ گو کہ ہر کوئی مائننگ پراسس میں حصہ لے سکتا ہے، مگر کھربوں احتمالات میں سے ایک احتمال ہے کہ کوئی ایک اس کرپٹوگرافک پزل یعنی ریاضی کے مسئلہ کو فوراً حل کردے۔ جو بھی کمپیوٹر اس کو حل کرے گا، اس کو اس بات کا اختیار دیا جائے گا کہ وہ میم پول میں موجود ٹرانزیکشن کو اکٹھا کرکے، ان کا ایک بلاک بنا کر بلاک چین یعنی عوامی کھاتے کا حصہ بنادے۔ جب وہ یہ مائننگ پراسس یعنی کرپٹوگرافک پزل کو حل کردے گا تو وہ تمام بلاک چین کے نیٹ ورک میں موجود کمپیوٹرز کو بتادے گا کہ آپ اپنے کمپیوٹرز میں موجود کھاتوں میں اس نئے بلاک کو شامل کرلیں جس کے اندر کھاتے کی نئی شکل موجود ہے، یعنی نئی ہونے والی تمام ٹرانزیکشن کا ریکارڈ موجود ہے اور انہی ٹرانزیکشن میں زید کے بکر کو دیئے گئے پیسوں کی ٹرانزیکشن بھی شامل ہے۔ اور اس سارے مرحلے میں تقریباً ۱۰ منٹ لگیں گے (یہاں پر ہم نے بٹ کوائن کے لحاظ سے ۱۰ منٹ لکھے ہیں)۔ اب چونکہ یہ مائننگ پراسس یعنی ریاضی کا مسئلہ بہت مشکل سے حل ہوتا ہے، یعنی اس کے لیے بہت ہی طاقتور کمپیوٹرز کا استعمال ہوتا ہے اور اس کو حل کرنا ہوتا ہے تو اس سے بے تحاشہ بجلی خرچ ہوتی ہے۔ تو کوئی کیوں اتنی زیادہ بجلی خرچ کرکے مائننگ پراسس کا حصہ بنے؟ تو اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کہ بلاک چین نیٹ ورک چلتا رہے، بلاک چین بنانے والوں نے یہ حل نکالا کہ جو بھی یہ کرپٹوگرافک پزل حل کرے گا، یعنی مائننگ میں کامیاب ہوگا تو اس کو نئی کرنسی مل جائے گی، جس کو ہم منٹنگ Minting بھی کہتے ہیں۔ ہم یہ فرض کرلیتے ہیں

کوئی بھی کمپیوٹر اس مائننگ پراسس کو حل کرتا ہے اور اس حل کرنے کے نتیجے میں اس کو ۵۰ روپے مل جائیں گے۔ اس طرح سے بلاک چین کے اندر (یہاں پر ہم بٹ کوائن کی بات کررہے ہیں) نئی کرپٹوکرنسی بنتی ہے۔ اب یہ جو نئی کرنسی بنی ہے، اس کا اندراج اس مائننگ پراسس یعنی کرپٹوگرافک پزل حل کرنے والے کے نام پر بلاک چین کے کھاتے میں اندراج ہوجائے گا۔ اس طریقے سے بلاک چین نیٹ ورک میں پیسوں کی منتقلی ہوتی ہے اور بھروسہ پیدا کیا جاتا ہے اور کھاتوں کے اندراج کو تمام کمپیوٹرز میں اپ ڈیٹ کیا جاتا ہے۔

اب ہم بٹ کوائن کرپٹوکرنسی کی خاص طور پر بات کرتے ہیں۔ ہمارے سامنے یہ بات آئی کہ مائننگ پراسس کے ذریعے سے نئی کرپٹوکرنسی جیسا کہ بٹ کوائن وجود میں آتی ہے۔ اسی وجہ سے ہمیں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مائننگ پراسس میں شامل ہونے کے لیے ہر کوئی کوشش کرتا ہے۔ بٹ کوائن کی تناظر میں مائننگ فیس کچھ عرصے بعد آدھی ہوجاتی ہے، مثلاً کچھ عرصے پہلے مائننگ کرنے پر BTC12.5 ملتے تھے اور آج کل 6.25 BTC ملتے ہیں اور آج مورخہ ۱۴؍جون ۲۰۲۲ء کو BTC6.25 بٹ کوائن تقریباً دو کروڑ اٹھاسی لاکھ پاکستانی روپے بنتے ہیں۔ یہی وہ وجہ ہے کہ جس کے وجہ سے دنیا بھر سے لوگ جوق در جوق بٹ کوائن مائننگ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے ذریعے سے پیسہ کمانا چاہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے مائننگ پولز Mining Pools دنیا میں وجود میں آئے۔ مائننگ پولز کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ آپ کے پاس ایک طاقتور کمپیوٹر ہے، پھر آپ اس مائننگ پول کمپنی کا حصہ بن جائیں گے اور وہ آپ کے وسائل (کمپیوٹر وغیرہ) کا استعمال کرتے ہوئے مائننگ کرے گی اور اس مائننگ سے وہ نئی کرنسی بنائے گی اور اس میں آپ کو بھی حصہ دے گی۔

مختلف اقسام کے بلاک چین سسٹم

ہمارے پاس تین مختلف اقسام کے بلاک چین سسٹم موجود ہیں جن میں پبلک Public، پرائیویٹ Private، اور کنسورشیم Consortium بلاک چین ہیں اور انہی اقسام کی بنیاد پر اس بات کا فیصلہ ہوتا ہے کہ کس بلاک چین نظام میں کتنے حد تک سینٹرل کمپیوٹر یا ادارے کا کنٹرول ہے۔ پبلک بلاک چین کے اندر کھاتے عوامی سطح پر موجود ہوتے ہیں اور ان کو کوئی بھی دنیا کے کسی بھی کونے سے دیکھ سکتا ہے۔ اس کی مثال بٹ کوائن اور ایتھریم کرپٹوکرنسی کے کھاتے ہیں۔ اس طرح کی بلاک چین کو پرمیشن لیس بلاک چین بھی کہا جاتا ہے اور یہ پوری طرح سے ڈی سینٹرلائزڈ ہوتی ہے۔ اس کے بالکل برعکس پرائیویٹ بلاک چین ہوتی ہے، جس کے اندر موجود ریکارڈ کو ہر کوئی نہیں دیکھ سکتا اور یہ پوری طرح سینٹرلائزڈ ہوتی ہیں۔ پبلک اور پرائیوٹ کے بیچ میں کنسورشیم بلاک چین ہوتی ہے، جس کے اندر کچھ ادارے مل کر بلاک چین کو کنٹرول کرتے ہیں، مثلاً کچھ آٹوموبائل کمپنیاں مل جائیں اور بلاک چین کا گاڑیوں کا نظام بنائیں۔ اب یہ بلاک چین' پبلک اور پرائیویٹ بلاک چین کے بین بین ہوگی۔ اپنی خصوصیات کے اعتبار سے پرائیویٹ اور کنسورشیم بلاک چین پرمیشنڈ بلاک

چین کے زمرے میں آتی ہیں۔

بلاک چین ٹیکنالوجی اور ڈیٹا بیس مینجمنٹ سسٹم کی خصوصیات اور تقابل

بلاک چین ٹیکنالوجی ہو یا ڈیٹا بیس مینجمنٹ سسٹم، دونوں ہی کا کام ڈیٹا یعنی اعداد و شمار اور ریکارڈ کو محفوظ کرنا ہے۔ البتہ دونوں کی کچھ خاص خصوصیات ہیں، جن کی بنیاد پر ہم ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کس موقع پر ہم بلاک چین ٹیکنالوجی کا استعمال کریں گے اور کس موقع پر ڈیٹا بیس مینجمنٹ سسٹم کا استعمال مفید ہوگا۔[1] ٹیبل نمبر ۱ کے اندر ہم نے یہ خصوصیات اور فرق ظاہر کیے ہیں۔

بلاک چین ٹیکنالوجی Blockchain	ڈیٹا بیس مینجمنٹ سسٹم DBMS
اس کے نظام کو کوئی سینٹرل کمپیوٹر یا ادارے کنٹرول نہیں کرتے۔	اس کو عمومی طور پر سینٹرل کمپیوٹر یا ادارے کنٹرول کرتے ہیں۔
اس کے اندر تمام کمپیوٹرز پر لیجر (کھاتے) کا مکمل ریکارڈ ہوتا ہے۔	اس کے اندر صرف سینٹرل کمپیوٹر کے پاس تمام ریکارڈ ہوتا ہے۔
اس کے اندر ریکارڈ کی تبدیلی کے لیے اتفاق رائے سے تبدیلی کی جاتی ہے یعنی Consensus Algorithm کا استعمال کیا جاتا ہے۔	اس کے اندر ریکارڈ کی تبدیلی کے لیے سینٹرل کمپیوٹر کی اجازت درکار ہوتی ہے۔
اس کے اندر عوامی سطح پر ہر کوئی ریکارڈ کو دیکھ سکتا ہے۔	اجازت شدہ لوگوں کو ہی ریکارڈ دیکھنے کی اجازت ہوتی ہے۔
اس کے اندر ہیشنگ Hashing کا استعمال بہت ساری جگہوں پر ہوتا ہے۔	اس کے اندر ہیشنگ کا استعمال نہیں ہوتا۔
اس میں ’’پبلک پرائیویٹ کی‘‘ Public Private Key کا استعمال ہوتا ہے۔	اس میں ’’پبلک پرائیوٹ کی‘‘ کا استعمال نہیں ہوتا۔
اس میں ریکارڈ ایک ترتیب Sequence سے محفوظ کیے جاتے ہیں۔	اس میں ریکارڈ محفوظ کرنے کی کوئی ترتیب نہیں ہوتی۔
اس کے اندر اگر ایک مرتبہ ریکارڈ بلاک چین میں شامل کر دیا گیا تو پھر اس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔	اس کے اندر شامل شدہ ریکارڈ کے اندر تبدیل آسانی سے کی جاسکتی ہے۔
جب بھی کوئی لیجر میں تبدیل واقع ہوتی ہے تو تمام کمپیوٹرز کو اس تبدیلی سے آگاہ کیا جاتا ہے۔	اس میں لیجر میں تبدیلی کی صورت میں تمام کمپیوٹرز کو آگاہ نہیں کیا جاتا۔

بلاک چین ٹیکنالوجی اور کرپٹوکرنسی میں کیا تعلق ہے؟

بلاک چین ٹیکنالوجی محض ایک مخصوص طریقہ کار ہے، جس کی مدد سے آپ کمپیوٹر نیٹ ورک پر ڈیٹا (ریکارڈ اور اعداد وشمار) کو محفوظ کرتے ہیں اور کرپٹوکرنسی کے اندر اس کو کرپٹوکرنسی سے متعلق ریکارڈ کو محفوظ بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، یعنی آسان الفاظ میں جب کوئی بھی دو اشخاص آپس میں کرپٹوکرنسی کا تبادلہ کرتے ہیں تو اس سارے معاملے کا، یعنی ٹرانزیکشن Transaction کا ریکارڈ بلاک چین کے ذریعے محفوظ کیا جاتا ہے۔ بلاک چین ٹیکنالوجی کی مدد سے کوئی کمپنی اپنی آمدنی کے ریکارڈ کو محفوظ کرسکتی ہے۔ آٹو موبائل انڈسٹری کی چار پانچ کمپنیاں مل کر ان کمپنیوں میں بننے والی گاڑیوں سے لے کر ان کی خرید وفروخت اور رجسٹریشن وغیرہ کے ریکارڈ کو محفوظ بناسکتی ہیں۔ اسی طریقے سے بینک، صارف کے پیسوں کا حساب کتاب یعنی ڈیبٹ اور کریڈٹ بھی بلاک چین کے ذریعے سے محفوظ کرسکتا ہے۔ غرض بلاک چین ٹیکنالوجی ہر اس جگہ استعمال ہوسکتی ہے، جہاں پر آپ کو ریکارڈ کو محفوظ کرنا ہو، البتہ لازمی نہیں ہے کہ ہر جگہ اس کی وہی افادیت ہو جو بلاک چین کے کسی مشہور استعمال میں ہو، جیسا کہ کرپٹوکرنسی میں۔[2]

بلاک چین کے علاوہ کھاتے (ریکارڈ) محفوظ کرنے کے طریقہ کار

اس کے علاوہ یہ لازمی نہیں ہے کہ کوئی نئی کرپٹوکرنسی بنانے کے لیے آپ بلاک چین ہی کا استعمال کریں۔ آپ کو ریکارڈ ہی تو محفوظ کرنا ہے تو آپ کوئی بھی دوسرا ڈسٹری بیوٹڈ لیجر DLT کا نظام بھی استعمال کرسکتے ہیں۔ دنیا میں اس وقت سترہ ہزار سے زائد کرپٹوکرنسیاں موجود ہیں اور کرپٹوکرنسی کے ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے ان میں سے کئی بلاک چین ٹیکنالوجی کے علاوہ دوسری ٹیکنالوجیز کو بھی استعمال کررہی ہیں، مثلاً Hedera HBAR ایک کرپٹوکرنسی ہے جو کہ ہیش گراف الگورتھم Hashgraph Algorithm کو استعمال کرکے اپنے نظام کو چلا رہی ہے۔ اسی طرح سے IOTA Tangle ایک ٹیکنالوجی ہے جو (DirectedAcyclic Graph DAG) کو استعمال کرتے ہوئے بنائی گئی ہے اور اس کی اپنی ایک کرپٹوکرنسی بھی موجود ہے۔

اب ہم ایک مثال کے ذریعے سے آپ کو کرپٹوکرنسی، این ایف ٹی، ٹوکن، میٹاورس، ڈیجیٹل زمین کی خرید وفروخت اور اس سے متعلقہ چیزوں کے تصور کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس مثال پر غور کرنے کے بعد ان شاء اللہ! بہت ہی آسانی کے ساتھ ہمیں ان تمام اصطلاحات کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی ڈیجیٹل زمین کی کرپٹوکرنسی سے خرید وفروخت اور میٹاورس

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ کراچی میں واقع ہے اور یہ مدرسہ کافی بڑی اراضی پر محیط ہے۔ ہم فرض کرلیتے ہیں کہ اس کا کُل رقبہ تقریباً ۱۵۰ ایکڑ ہے۔ زید ایک شخص ہے جو کہ امریکہ

کے شہر نیو یارک میں رہائش پذیر ہے۔ وہ انٹرنیٹ پر نیکسٹ ارتھ https://www.nextearth.io نامی ویب سائٹ پر جاتا ہے جو کہ ڈیجیٹل زمین Digital Land میٹاورس Metaverse کے لیے مہیا کرتی ہے۔ زید کے پاس چونکہ کرپٹو کرنسی موجود نہیں تھی، لہٰذا سب سے پہلے وہ کرپٹو کرنسی ایکسچینج مثلاً Coinbase, Binance Bitfinex وغیرہ پر گیا اور وہاں پر جا کر اس نے اپنے امریکی ڈالروں سے کرپٹو کرنسی خریدی، چونکہ میٹک (Polygon MATIC) نامی کرپٹو کرنسی ہی اس Nextearth نامی ویب سائٹ پر خرید وفروخت کے لیے استعمال ہوسکتی تھی، لہٰذا زید نے اپنے ڈالروں کے بدلے میٹک خرید لی۔ یہ خریداری وہ اپنے کریڈٹ کارڈ یا ڈیبٹ کارڈ یا بینک ٹرانسفر کے ذریعے سے بھی کرسکتا ہے۔ زید کے پاس کرپٹو والٹ بھی ہونا چاہیے، اس کے لیے وہ کوئی بھی کرپٹو والٹ اپنے کمپیوٹر یا موبائل میں انسٹال کرسکتا ہے۔ Meta Mask, Trust Wallet, Coinbase چند مشہور کرپٹو والٹ ہیں۔ جب زید کا والٹ انسٹال ہوجائے گا تو وہ پولی گان نیٹ ورک کو اس میں شامل کرے گا یا پھر اس کا والٹ ملٹی کوائن والٹ ہونا چاہیے۔ میٹک خریدتے وقت زید اپنے کرپٹو والٹ کا ایڈریس کرپٹو ایکسچینج میں ڈالے گا، تاکہ میٹک کرپٹو کرنسی اس کے والٹ میں ٹرانسفر کردی جائے۔ زید پھر اس نیکسٹ ارتھ کی ویب سائٹ پر جا کر اپنا اکاؤنٹ بنائے گا، لاگ اِن کرے گا اور سب سے پہلے اپنا ڈیجیٹل والٹ اس ویب سائٹ کے ساتھ لنک کرے گا اور اس کے بعد وہ پوری دنیا کے نقشے پر اپنی پسندیدہ زمین کی تلاش کرتا ہے۔ اب زید کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی زمین پسند آتی ہے، وہ اس نقشے میں دیکھ سکتا ہے کہ کہیں یہ زمین کسی کی ملکیت تو نہیں؟ اگر ہے تو وہ اس مالک کو اس زمین کی قیمت آفر کرسکتا ہے۔ اگر وہ زمین کسی کی ملکیت نہیں ہے تو وہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے رقبے کو نقشے پر منتخب کرے گا اور پھر ویب سائٹ پر اس زمین کے رقبے کی قیمت اس کو نظر آنے لگے گی۔ اس وقت اس ڈیجیٹل زمین یعنی جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے رقبے کی مارکیٹ ویلیو صرف ۷ یو اس ڈی ٹی USDT ہے۔ ہمیں اس زمین کی قیمت USDT میں لکھی نظر آئے گی، جو کہ ایک اسٹیبل کوائن Stable Coin ہے اور میٹک میں بھی نظر آئے گی۔ اگر زید اس قیمت پر راضی ہے تو وہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی زمین اس ویب سائٹ سے خرید لے گا اور اب وہ اس ڈیجیٹل زمین کا مالک ہے۔ زمین کا جو رقبہ ہم خریدتے ہیں، وہ ٹائل کی بنیاد پر ملتا ہے، یعنی ایک ٹائل ایک خاص مربع اسکوائر کی اراضی کو ظاہر کرتا ہے۔

کچھ مہینوں بعد بکر جو کہ آسٹریلیا کے شہر سڈنی میں رہتا ہے، اس کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی زمین کا ٹکڑا پسند آتا ہے۔ اب وہ دیکھتا ہو تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو زید کی ملکیت ہے۔ بکر ویب سائٹ پر جا کر زید کو اس زمین کی ایک ہزار سات یو ایس ڈی ٹی آفر کرتا ہے جو کہ زید قبول کرلیتا ہے اور پھر زید یہ زمین بکر کے نام منتقل کردیتا ہے۔ اس طریقے سے زید نے کچھ مہینوں میں ایک ہزار یو ایس ڈی ٹی (جو کہ ایک ہزار امریکی ڈالر

ہوتے ہیں، جو کہ تقریباً ۲ لاکھ پاکستان روپیہ بنتا ہے کا منافع کمالیا)۔

فرض کرتے ہیں کہ بکر آسٹریلیا سے پاکستان آتا ہے اور بعد نمازِ عصر وہ جامعہ کے مہتمم اور ناظم اعلیٰ سے ملاقات کر کے ان حضرات کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ اب جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی زمین کا مالک وہ ہے اور اس کے پاس باقاعدہ اس تمام لین دین کا نہ صرف یہ کہ ریکارڈ ہے، بلکہ وہ یہ بھی ان حضرات کے علم میں لائے گا کہ اس نے یہ زمین کتنے پیسوں میں خریدی ہے۔ اور اس کے بعد بکر کچھ مندرجہ ذیل فقہی اور قانونی دلیلیں بھی دیتا ہے، مثلاً:

دلیل نمبر ۱: بکر نے زید سے یہ جامعہ کی زمین باقاعدہ زر(کرپٹوکرنسی) کے ذریعے سے خریدی ہے، گو کہ اس کے پیچھے کوئی بینک اور حکومت نہیں ہے، مگر اس کرپٹوکرنسی کو پوری دنیا عرف میں تسلیم کرتی ہے، لہٰذا یہ بیع جائز ہے۔

دلیل نمبر ۲: یہ خرید وفروخت اس لیے بھی جائز ہے، کیونکہ جب بکر نے یہ زمین کا ٹکرا خریدا، اس کو باقاعدہ ایک کوڈ ملا ہے جو کہ اس کی ملکیت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ کوڈ بنیادی طور پر اس اراضی کا این ایف ٹی NFT ہے، یعنی ایک قسم کا ڈیجیٹل شناخت اور ثبوت Digital Identifier ہے کہ جامعہ کی زمین کا یہ ٹکڑا اب بکر کی ملکیت میں ہے اور اس ساری لین دین یعنی ٹرانزیکشن کا ریکارڈ آئن لائن بلاک چین پر بھی محفوظ ہے۔ نیز پہلے یہی زمین کا ٹکرا زید کے پاس تھا تو اس کے پاس اس کا مختلف کوڈ تھا جو کہ اس نے یعنی بکر کو منتقل کیا اور باقاعدہ نہ صرف یہ کہ ڈیجیٹل لینڈ (زمین) کی منتقلی ہوئی، بلکہ اس پر بکر کا قبضہ بھی ہو گیا ہے۔

دلیل نمبر ۳: یہ زمین جو کہ بکر نے خریدی ہے ایک حسی شے ہے، کیونکہ آپ اس کو کسی بھی کمپیوٹر پر دیکھ سکتے ہیں، منتقل کر سکتے ہیں اور اس پر قبضہ بھی کر سکتے ہیں۔ اور اس بات کو ثابت کرنے کے لیے بکر یہ کہتا ہے کہ پہلے یہ کوڈ (زمین کا این ایف ٹی) زید کے پاس تھا اور اب میرے یعنی بکر کے پاس ہے۔

دلیل نمبر ۴: جس کرپٹوکرنسی سے یہ خرید وفروخت واقع ہوئی ہے، وہ کرنسی نہیں ہے، بلکہ زر کی تعریف میں داخل ہے۔ ائمہ اربعہ کے یہاں ''زر'' وہ چیز ہوتی ہے جو لوگوں کے عرف میں ''زر'' سمجھی جائے اور اس کی دلیل کے لیے آپ احناف کے یہاں علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ، حنابلہ کے یہاں ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ اور مالکیہ کے یہاں امام مواق رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال فقہ کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔

دلیل نمبر ۵: یہ ساری لین دین جو ہوئی ہے اور اس میں جو نفع حاصل ہوا ہے، یہ باقاعدہ کاروبار کا حصہ ہے، یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ کرپٹوکرنسی کا استعمال جوے اور سٹے بازی میں ہوتا ہے، وہ یہاں پر نہیں ہو رہا۔ اصول یہ ہے کہ اگر کسی چیز کا جائز اور ناجائز دونوں طرح کا استعمال ممکن ہو اور یہ ظن غالب یا یقین نہ ہو کہ

لینے والا غلط استعمال ہی کرے گا تو اس کی فروخت جائز ہے۔ نیز کسی بھی چیز کی قیمت میں اتار چڑھاؤ ممکن ہے اور یہ کاروبار کا حصہ ہے اور اسے رسک مینجمنٹ سے کنٹرول کیا جاتا ہے، لہٰذا یہ تأثر کہ کرپٹوکرنسی سٹے بازی، جوا اور قمار ہے تو یہ دلیل اس سارے لین دین کے عدم جواز کی وجہ نہیں بن سکتی۔

دلیل نمبر ۶: یہ زمین کرپٹوکرنسی کی مدد سے خریدی گئی ہے اور کرپٹوکرنسی حسی طور پر موجود ہوتی ہے، اس کرپٹوکرنسی کو محسوس اور استعمال کیا جاسکتا ہے اور انہیں معدوم فرضی ہندسہ کہنا درست نہیں ہے، لہٰذا کرپٹوکرنسی کی مدد سے اس زمین کی خرید وفروخت جائز ہے، نیز چونکہ کرپٹوکرنسی کا انتقال بھی ہوتا ہے اور قبضہ بھی ہوتا ہے، لہٰذا اس لحاظ سے بھی یہ بیع جائز ہے۔

دلیل نمبر ۷: اسی طرح سے سوشل میڈیا پر کچھ مفتیانِ کرام نے کرپٹوکرنسی کو جائز قرار دیا ہے، لہٰذا ان مفتیانِ کرام کی رائے پر عمل کرتے ہوئے یہ کہنا بھی مناسب ہوگا کہ یہ بیع جائز ہے۔

یہ تمام دلائل پیش کرنے کے بعد بکر، مہتمم اور ناظم اعلیٰ جامعۃ العلوم الاسلامیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس بات کو تسلیم کریں کہ اب جامعہ کی زمین کا شرعی اور قانونی طور پر وہ مالک ہے۔ قارئین! آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ یہ ساری باتیں، قانونی دلیلیں، اور فقہی نکات سننے کے بعد مہتمم صاحب اور ناظم اعلیٰ صاحب کیا ارشاد فرمائیں گے؟ پھر اس ساری ڈیجیٹل زمین کی خرید وفروخت کے اندر کافی سارے مسائل ایسے بھی ہیں، جن کی قانونی حیثیت پر سوال اٹھایا جاسکتا ہے۔ ذیل میں ہم کچھ اشکال پیش کررہے ہیں۔

اشکال نمبر ۱: جب بکر نے زید سے زمین خریدی تو پاکستان میں یا کسی اور ملک میں اس پر کتنا ٹیکس دیا؟ یعنی اگر پاکستان میں آپ زمین خریدتے ہیں تو زمین کے کاغذات اپنے نام کروانے کے لیے آپ کو کچھ ٹیکس دینا پڑتا ہے، مگر یہاں پر وہ ٹیکس نہیں دیا گیا اور حکومت کو آمدنی میں اچھا خاصا نقصان ہوا۔

اشکال نمبر ۲: جب آپ خرید وفروخت کرتے ہیں تو اس کو اسٹمپ پیپر پر معاہدے Contract کی شکل میں بھی لکھتے ہیں تو اس اسٹمپ پیپر کی قیمت ہوتی ہے۔ اس سے بھی حکومت کو آمدنی ہوتی ہے، تو اس صورت میں آپ نے حکومت کی اس آمدنی کو بھی ختم کیا۔

اشکال نمبر ۳: بورڈ آف ریونیو اور انکم ٹیکس کے قوانین کے مطابق آپ کو اپنے اثاثے ڈکلیئر کرنے ہوتے ہیں، تو جب یہ زمین زید کی ملکیت سے بکر کی ملکیت میں آئی تو اس کو کس طرح سے انکم ٹیکس گوشواروں میں ڈکلیئر کیا جائے گا؟

اشکال نمبر ۴: جب یہ سارا انتقال ہوتا ہے تو کوئی رئیل اسٹیٹ پراپرٹی ڈیلر بھی بیچ میں آتا ہے اور اس کے پاس کوئی کانٹریکٹ لکھنے والا بھی موجود ہوتا ہے جو کہ اسٹمپ پیپر پر معاہدہ لکھتا ہے۔ زمین کی خرید وفروخت

سے اس کی آمدنی بھی ہوتی ہے، تو مندرجہ بالا خرید وفروخت سے ان کے ذرائع آمدن پر کیا فرق پڑے گا؟

اشکال نمبر ۵: کیا آپ نہیں سمجھتے کہ اس ساری بیع کے تناظر میں ہم انکم ٹیکس رجیم Income Tax Regime کے دائرہ کار سے باہر نکل آئے اور حکومتوں کا موجودہ نظام تہس نہس ہو گیا؟

اشکال نمبر ٦: جب ہم خرید وفروخت کریں گے تو پیسے یا تو بینک ڈرافٹ کی شکل میں منتقل کریں گے یا بینک اکاؤنٹ کے ذریعے ٹرانسفر کریں گے۔ اس سارے معاملے میں ہمیں بینک سے بھی کٹوتی کروانی پڑے گی، جس سے بینک اپنا معاوضہ لے گا۔ بینک اسی طرح کے تمام معاوضوں سے اپنے ملازمین کی تنخواہیں ادا کرے گا اور حکومت کو بھی اپنی آمدنی سے ٹیکس دے گا اور اسی طرح معیشت کا پہیہ چلے گا۔ نیز جب ہم بینک کے ذریعے سے پیسے ٹرانسفر کریں گے تو حکومتِ وقت کو پتہ ہوگا کہ کیا لین دین ہوا اور کیا ہماری آمدنی ہے۔ جب ہم بینکنگ ذرائع سے ہٹ کر کرپٹو کرنسی سے یہ ساری خرید وفروخت کریں گے تو کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی نے اپنے کالے دھن کو سفید کیا ہو؟

اس مثال سے قارئین کو کافی حد تک انٹرنیٹ پر لین دین اور ڈیجیٹل کاروبار کے خدوخال کا اندازہ ہو گیا ہوگا اور ان بنیادی اصولوں کی آگاہی ہو گئی ہوگی جس کی بنیاد پر انٹرنیٹ پر یہ سارا کاروبار ہو رہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس مثال کے اندر جو جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی ڈیجیٹل زمین تھی، اس کا این ایف ٹی بنایا گیا، تاکہ ہر زمین کے ٹکڑے کی علیحدہ اور منفرد نشانی ہو اور اس کی خرید وفروخت کا مکمل ریکارڈ رکھا جا سکے اور اس کی ملکیت کا دعویٰ اور اس دعویٰ کو پرکھا بھی جا سکے۔ یہ این ایف ٹی جس کمپیوٹر نیٹ ورک یا نظام کے اوپر بنایا گیا، وہ بلاک چین ٹیکنالوجی (ایتھریم) کے اوپر بنایا گیا ہے۔ اس مثال کے اندر زمین کی خرید وفرخت کرپٹو کرنسی کی مدد سے ہوئی ہے اور اس کے اندر اگر کوئی معاہدے میں اضافی شق رکھی گئی ہے کہ مثلاً جب بھی یہ زمین آگے بکے گی، اس کا دس فیصد منافع زید کو ملے گا تو یہ معاہدہ اسمارٹ کانٹریکٹ کی مدد سے شامل کیا گیا ہوگا۔ نیز یہ زمین اگر کسی کمپیوٹر گیم یا تخیلاتی یا ورچول دنیا میں استعمال ہوگی تو وہ دنیا میٹاورس کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اب ہم کرپٹو کرنسی اور این ایف ٹی کے متعلق مزید معلومات فراہم کرتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

[1] M.H.Rehmani",Blockchain Systems and Communication Networks: From Concepts to Implementation" Springer Nature Switzerland, 2021.

[2] K. Wüst and A. Gervais, Do you Need a Blockchain 2018 Crypto Valley Conference on Blockchain Technology(CVCBT) 2018,pp. 45-54,doi: 10.1109/CVCBT.2018.00011.

(جاری ہے)

دَارُالإفتَاء

جنس تبدیل کرنے کی شرعی حیثیت

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک لڑکی انیلہ نے میڈیکل سرجری کروائی ہے، اب ڈاکٹروں کے مطابق وہ مردوں کے حکم میں ہے، صرف بچے نہیں ہوں گے۔ وہ ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، یہ سب کچھ اس نے شادی کرنے کے لیے کیا ہے۔

❶-کیا شرعی اعتبار سے جنس تبدیل کرنے کی اجازت ہے؟

❷-اب یہ موجودہ لڑکا کسی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

نوٹ: یہ دونوں میرے عزیز ہیں۔ مستفتی: محمد وسیم شیخ

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

❶-واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی عطا کردہ خلقت میں معمولی سی تبدیلی بھی پسند نہیں اور ایسے لوگوں پر خاص کر ان عورتوں پر جو بھنویں بنا کر، دانتوں کو تراش کر اور دیگر ایسے ذرائع سے زینت کے راستے کو اختیار کرتی ہوں، جس میں اصل خلقت میں تبدیلی ہوتی ہو اُن پر لعنت بھیجی گئی ہے۔

مسلم شریف میں ہے:

’’عن علقمة عن عبد اللہؓ قال: لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والنامصات والمتنمّصات والمتفلّجات للحسن المغيرات خلق اللہ.‘‘ (ج:۲،ص:۲۰۵،ط،قدیمی)

ترجمہ: ’’حضرت علقمہ نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ پاک لعنت بھیجتے ہیں گودنے اور گودوانے والیوں پر اور بال اُکھاڑنے اور اُکھڑوانے والیوں پر اور دانتوں کے درمیان خلا پیدا کرنے اور کروانے والیوں پر جو زینت کے لیے ہو' کرتی ہوں، یہ اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے والیاں ہیں۔‘‘

جب ان معمولی تبدیلیوں پر اس قدر شدید وعیدات ہیں تو مکمل جنس تبدیل کرنا کس قدر شنیع فعل ہوگا؟! یہ اظہر من الشّمس ہے، یہ بدن اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس میں تبدیلی کرنا خیانت ہے، جو گناہِ کبیرہ ہے۔ ’’فتح الباري‘‘ میں ہے:

’’و يؤخذ منه أن جناية الإنسان علٰى نفسهٖ كجناية علٰى غيرهٖ في الإثم، لأن نفسهٗ ليست ملكًا لهٗ مطلقاً، بل هي لله تعالىٰ، فلايتصرف فيها إلا بما أذن لهٗ.‘‘ (ج:۱۱،ص:۵۳۹، ط: لاہور)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اس لڑکی کا فعل شرعاً ناجائز ہے اور کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہے، اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔

❷ - ظاہری اعضاء تبدیل کرنے سے فطرت نہیں بدلا کرتی، اس لیے مذکورہ لڑکی کا نکاح کسی لڑکی سے جائز نہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد عبد المجید دین پوری	محمد شفیق عارف	عبد الحمید
		دارالافتاء

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نقد و نظر

ادارہ

اسلامی اقتصاد کے چند مخفی گوشے

علامہ اُستاذ محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحات: ۵۹۲۔ قیمت: ۱۲۵۰ روپے۔ ناشر و ملنے کا پتا: گوشۂ علم وتحقیق کراچی، JM ۱۷۳، فلیٹ نمبر A-۲۰۱، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، سہوانی کالونی، گرومندر، کراچی۔ فون نمبر: 0300-9266139

حضرت مولانا استاذ محمد طاسین صاحب ہماری جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے بانی محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کے بڑے داماد، محقق عالمِ دین، کئی کتابوں کے مؤلف ہیں، خصوصاً اسلامی اقتصاد میں آپ کی فکری جد وجہد نمایاں اور ایک خاص جہت سے موسوم اور معنون ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب ''اسلامی اقتصاد کے چند مخفی گوشے'' پانچ موضوعات: مزارعت، مضاربت، شرکت، اجارہ اور کراء بیوتِ مکہ پر مشتمل ہے۔ کتاب کے شروع میں مؤلف کے صاحبزادہ جناب ڈاکٹر عامر طاسین صاحب کی طرف سے ''عرض گزار'' کے عنوان سے کتاب اور صاحب کتاب کا تعارف کرایا گیا ہے اور ہماری جامعہ کے شعبہ تخصص کے ناظم اور استاذ حضرت مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب کا ان مذکورہ بالا پانچوں موضوعات پر محققانہ، حقیقت پسندانہ اور ناقدانہ تبصرہ ثبت ہے۔ حضرت مؤلفؒ کی ان موضوعات میں غرضِ اصلی کا عمدہ انداز میں اظہار اور وضاحت اور جہاں حضرت مؤلف موصوف نے جمہور کی رائے سے اختلاف کیا ہے، عمدہ سلیقہ سے اس پر نقد بھی کیا ہے۔ کتاب کے حوالہ جات کی تحقیق اور تخریج مولانا مفتی سید رحیم الدین صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے کی ہے۔ کتاب نہایت علمی، تحقیقی اور حوالوں سے مبرہن ومزین ہے۔ اُمید ہے اہل علم

احباب اس کتاب کی ضرور قدر افزائی فرمائیں گے۔

تمرین المیراث [علم میراث کے مشقی سوالات کا انسائیکلوپیڈیا] (حصہ اول)

مولانا ابن رحیم محمد فہیم صاحب۔ صفحات: ۳۵۲۔ قیمت: درج نہیں۔ باہتمام: جامعۃ الفرائض والعلوم الاسلامیہ، رابطہ نمبر: 0335-5640494۔ ناشر: مکتبۃ الحسن، ۳۳ حق اسٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔

علومِ اسلامیہ میں ایک اہم ترین علم علمِ میراث ہے۔ حدیث میں اسے نصف علم قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس علم کو وضاحت وصراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ فن عام طور پر مشکل سمجھا جاتا ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس فن کو سمجھنے کے لیے ابتدا میں کافی محنت اور مشق کرنی پڑتی ہے، مگر توجہ، ہمت اور مشق سے یہ فن آسان ہوجاتا ہے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ مکمل تمرین ومشق کے بعد کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔ اسلامی لٹریچر میں اس موضوع کی بھی الحمد للہ خوب خدمت کی گئی ہے، کتب وتصنیفات وتالیفات کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے، تسہیل وتوضیح کے مختلف انداز اختیار کیے گئے ہیں، اسی تسہیلی سلسلہ میں یہ کتاب ایک نیا اضافہ ہے۔

کتاب میں ''تمہید'' کے عنوان کے تحت علم میراث پڑھنے پڑھانے سے متعلق چند گزارشات کی گئی ہیں، ہمارے خیال میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خلاصہ یہاں درج کردیا جائے، تاکہ اس فن کے طلبہ واساتذہ ان کو مدنظر رکھ کر زیادہ سے زیادہ افادہ واستفادہ کرسکیں۔

۱: طلبہ کو اس علم کی اہمیت وفضیلت بتائی جائے اور ان کی ذہن سازی کی جائے کہ یہ فن اتنا بھی مشکل نہیں ہے جتنا مشکل اسے سمجھا جاتا ہے۔ ۲: فن میراث کی کتاب ماہر فن پڑھائے۔ ۳: طلبہ کو جو کتاب پڑھائی جارہی ہے، مثلاً سراجی پڑھائی جارہی ہے تو اس کا سبق اچھی طرح یاد کروایا جائے، اسے سنا جائے اور ساتھ ساتھ اسی سبق سے متعلق خارجی مثالوں کے ذریعہ بھی مشق کرائی جائے، یعنی حقیقی اطمینان کے لیے عملی طور پر مسائل میراث کی مشق زیادہ سے زیادہ کرائی جائے، صرف کتاب میں مذکور مثالوں پر اکتفا نہ ہو۔

بہر حال صاحب کتاب نے کئی سال کی محنت اور تدریس کے بعد یہ تمارین مرتب وجمع کیں اور اب الحمد للہ انہیں شائع بھی کردیا ہے۔ ان شاء اللہ طلبہ واساتذہ کے لیے یہ کتاب مفید ثابت ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس کا نفع عام فرمائے، آمین۔

..... ❋ ..... ❋ ..... ❋ .....